دلچسپ و عبرت ناک واقعات کا مجموعہ بنام

کیا حال ہے؟

آپ اس میں ملاحظہ فرمائیں گے

مصنف

محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری

ناشر: مکتبہ فیضانِ رضا (آگرہ)

کتاب : کیا حال ہے؟

مصنف : مولانا محمد شفیق عطاری المدنی فتحپوری

کمپوزنگ : مولانا محمد شفیق عطاری المدنی فتحپوری

بارِ اوّل : اپریل ۲۰۱۸

صفحات : 133

تعداد : ۱۱۰۰

پتہ: : (فیضانِ مدینہ، تاج نگری فیس ۲ تاج گنج آگرہ یوپی الہند)

Mb: 8808693818 Pin code: 282001

فہرست

تعارفِ مصنف

نام محمد شفیق خان، والد کا نام محمد شریف خان ہے، سلسلۂ قادریہ رضویہ عطاریہ میں شیخِ طریقت امیر اہلسنت بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ سے ۲۰۰۴ء میں بیعت ہونے کی وجہ سے اپنے نام کے ساتھ عطاری لکھتے ہیں، آپ کی ولادت قصبہ لَلَوْلِیْ ضلع فتح پور ہنسوا صوبہ یوپی ہند میں ہوئی، آپ کی تاریخِ پیدائش ۱۰ جون ۱۹۸۶ء ہے۔

مولانا نے ابتداءً ہندی انگلش کی تعلیم حاصل کر کے سن ۲۰۰۰ء میں AC کا کام سیکھنے اور کرنے کے لئے بمبئی چلے گئے تھے اور وہاں پر ۴ سال قیام کیا پھر ۲۰۰۴ء میں اپنے وطن لوٹے، اور وطن میں ہی دعوتِ اسلامی کا مدنی ماحول ملا، دعوتِ اسلامی کے مدنی ماحول سے وابستہ ہونے کے بعد مختلف کورسز کئے اور ۲۰۰۶ء میں اپنے ہی علاقہ کے دار العلوم بنام جامعہ عربیہ گلشنِ معصوم قصبہ للولی میں قاری اقبال احمد عطاری سے قرآنِ پاک ناظرہ اور حضرت مولانا عتیق الرحمٰن مصباحی سے درسِ نظامی کے درجۂ اولی اور کچھ درجۂ ثانیہ کی کتابیں پڑھی، اس کے بعد مزید تعلیم حاصل کرنے کے لئے چریاکوٹ ضلع مؤ تشریف لے گئے اور وہاں درجۂ ثانیہ مکمل کرنے کے بعد اہلسنت کے عظیم علمی ادارے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ میں مطلوبہ درجۂ ثالثہ کا ٹسٹ دیا اور بفضلہ تعالی کامیاب ہونے کے بعد درجۂ ثالثہ وہیں پڑھی، پھر درجۂ رابعہ دار العلوم غوثیہ (جو ضلع اعظم گڑھ کے گاؤں سَرَیّا میں واقع ہے) میں مکمل کی پھر اس کے بعد دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ عطار نیپال گنج، نیپال میں داخلہ لیا اور درجۂ خامسہ سے دورۂ حدیث تک کی تعلیم وہیں مکمل فرمائی، ۲۰۱۴ء میں فراغت کے بعد تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لے گئے اور ایک سال وہاں تدریس فرمائی، پھر مزید تدریس کے لئے دعوتِ اسلامی کے مدنی مرکز کے حکم پر بنگلہ دیس کے دار الحکومت ڈھاکہ کے جامعۃ المدینہ تشریف لے گئے، اور وہیں پر دعوتِ اسلامی کے جامعات کے درجۂ ثانیہ میں چلنے والی علمِ صرف کی کتاب بنام مراح الارواح کی اردو شرح بنام **شفیق المصباح** تصنیف فرمائی۔

اس کے بعد پھر جامعۃ المدینہ فیضانِ صدیقِ اکبر آگرہ تشریف لاکر درس و تدریس میں مشغول ہو گئے۔اللہ عزوجل سے دعاہے کہ موصوف کو بے بہابرکات و ثمرات سے نوازے اور اس کارہائے نمایہ کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطاکر کے موصوف کے لئے توشۂ آخرت بنائے آمین بجاہ النبی الامین ﷺ۔

موصوف کی تصنیف :

☆...مافعل اللہ بک (حصہ اول)

☆...مافعل اللہ بک (حصہ دوم)

☆...مافعل اللہ بک (حصہ سوم)

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول موضوع عقائد کی حکمتیں

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ دوم موضوع پانچ نمازوں کی حکمتیں

☆...شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ

☆... شفیق المصباح شرح مراح الارواح

☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)

☆... شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

☆... کیاحال ہے؟

☆... قرآنی سورتوں کے مضامین

☆...موت کے وقت

☆...امتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات

پہلا باب

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...دین میں دنیا کی آمیزش

☆...حُسن و جمال کی پیکر

☆...تین بہادر بھائی

☆...انوکھی قناعت

☆...اپنی گردن پر لاد کر لائے گا

☆...مقتل کی سرخ مٹی

☆...کہیں نقصان نہ ہو جائے

☆...سلف صالحین اور منصب قضا

☆...اَولاد کے لئے طاعون کی دُعا

☆...کشتی ٹوٹ گئی

الحمد للہ اللطیف و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الشفیق اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

الصلوۃ و السلام علیك یا رسول اللہ ﷺ وعلی الك و اصحابك یا حبیب اللہ ﷺ

الصلوۃ و السلام علیك یا نبی اللہ ﷺ وعلی الك و اصحابك یا نور اللہ ﷺ

کثرتِ دُرُود کا اِنعام

حضرتِ سیِّدُنا شیخ احمد بن منصورعلیہ رحمۃ اللہ الغفور جب فوت ہوئے تو اَہلِ شیراز میں سے کسی نے خواب میں دیکھا کہ وہ شیراز کی جامِع مسجد کے مِحراب میں کھڑے ہیں اور اُنہوں نے بہترین حُلّہ (جنّتی لباس) زَیبِ تن کیا ہوا ہے اور سر پر موتیوں والا تاج سجا ہوا ہے ۔ خواب دیکھنے والے نے عرض کی:"حضرت! **کیا حال ہے؟**"فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا اور مجھ پر کرم فرمایا اور مجھے تاج پہنا کر جنّت میں داخل کیا"پوچھا:"کس سَبَب سے ؟ "فرمایا:"میں تاجدارِ مدینہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم پر کثرت سے دُرُودِ پاک پڑھا کرتا تھا،یہی عمل کام آگیا۔"

(القول البدیع،الباب الثانی فی ثواب الصلاۃ علی رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔۔۔۔۔الخ،ص ۲۵۴)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالیٰ علیٰ محمَّد

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حالتِ وجد میں بھی نماز قضا نہ ہوئی

حضرت سید ابو الحسین احمد نوری (علیہ رحمۃ اللہ القوی) پر وجد طاری ہوا، تین شبانہ روز (یعنی رات دن) گزر گئے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہم عصر (یعنی ہم زمانہ) تھے، کسی نے حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ حالت عرض کی۔ فرمایا: نماز کا **کیا حال ہے؟** عرض کی: نمازوں کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ان کا وجد سچا ہے۔

(ملخصا، تذکرۃ الاولیاء، حصہ دوم، ذکر ابو الحسن نوری، باب چہل و ششم، ص ۴۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

قبر کھودنے والے شخص کا دردناک انجام

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے "شرحُ الصدور" میں لکھا ہے۔ کہ ایک عورت کا اِنتقال ہوا، دفن کر دی گئی، اس کے شوہر کو بہت محبت تھی۔ محبت نے مجبور کیا کہ اس کی قبر کھول کر دیکھے **کیا حال ہے**۔ ایک عالم سے یہ ارادہ ظاہر کیا۔ انہوں نے منع کیا، نہ مانا اور ان کو قبرستان تک ساتھ لے گیا۔ عالم نے ہر چند منع کیا لیکن اس نے قبر کھولی۔ عالم صاحب قبر کے کنارے بیٹھے رہے، وہ نیچے اترا دیکھا کہ اُسی عورت کے دونوں پاؤں پیچھے سے لے جا کر اس کی چوٹی سے باندھ دیئے گئے ہیں۔ اس نے چاہا کہ کھول دوں ہر چند طاقت کی مگر نہ کھول سکا۔ "اللہ کی لگائی ہوئی گرہ کون کھول سکے۔" ان عالم صاحب نے منع فرمایا، نہ مانا۔ دوبارہ پھر زور کیا۔ عالم صاحب نے پھر منع کیا کہ دیکھ اِسی میں خیریت ہے اسے ایسے ہی رہنے دے۔ اس نے کہا، ایک بار تو اور زور کرلوں پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ زور کر ہی رہا تھا، بالآخر زمین دھنسی اور وہ مرد وعورت دونوں زمین میں چلے گئے۔ وَالْعِیاذ باللہ تَعَالیٰ (شرح الصدور، باب عذاب القبر، ص۱۸۱ ملخصًا)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

دین میں دنیا کی آمیزش

حضرتِ سیّدُنا ابراہیم بن ادھم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم ایک شخص سے ملے تو اس نے آپ سے پوچھا کہ " اے ابو اسحٰق! آپ کا **کیا حال ہے؟** " آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نُرَقِّعُ دُنیَانَا بِتَمْزِیْقِ دِیْنِنَا ... فَلَا دِیْنُنَا یَبْقٰی وَلَا مَا نُرَقِّعُ

فَطُوْبٰی لِعَبْدٍ آثَرَ اللہَ رَبَّہٗ ... وَجَادَ بِدُنْیَاہُ لِمَا یَتَوَقَّعُ

ترجمہ: (۱) اپنے دین کو نقصان پہنچا کر ہم اپنی دنیا سنوارتے رہتے ہیں، یوں نہ تو ہمارا دین باقی رہتا ہے اور نہ ہی دنیا سنورتی ہے۔

(۲) خوشخبری ہے اس بندے کے لئے جس نے اللہ رب العزت عزوجل (کی عبادت) کو ترجیح دی اور اپنی دنیا کے ذریعے آخرت کو سنوارا۔ آنسوؤں کا دریا ص۱۵۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھاتے

ایک دن دافِعِ رنج ومَلال، صاحبِ جُود ونوال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلمانوں کے کچھ گروہوں کی تعریف فرمائی، پھر ارشاد فرمایا:"ان لوگوں کا **کیا حال ہے** جو اپنے پڑوسیوں کو نہیں سمجھاتے نہ سکھاتے، نہ نیکی کی دعوت دیتے اور نہ ہی برائی سے منع کرتے ہیں، اور ان لوگوں کا **کیا حال ہے** جو اپنے پڑوسیوں سے نہیں سیکھتے، نہ ان سے سمجھتے اور نہ ہی نصیحت طلب کرتے ہیں، اللہ عزوجل کی قسم! چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، سمجھائے، نصیحت کرے اور نیکی کی دعوت دے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور نصیحت حاصل کرے ورنہ جلد ہی انہیں اس کا انجام بھگتنا پڑے گا۔" پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم منبر شریف سے نیچے تشریف لے آئے، تو صحابہ کرام علیہم الرضوان نے (ایک دوسرے سے) استفسار فرمایا کہ "آپ کے خیال میں رسولِ بے مثال، بی بی آمنہ کے لال صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ان لوگوں سے کون سے لوگ مراد لئے ہیں؟" تو دوسروں نے انہیں بتایا:"ان سے مراد اَشعری قبیلہ والے ہیں کیونکہ وہ فقہاء کی قوم ہے اور ان کے پڑوسی جفاکار اعرابی ہیں۔"

جب یہ بات اشعریوں تک پہنچی تو وہ خاتَمُ الْمُرْسَلین، رَحْمَۃٌ لِّلْعٰلمین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور عرض کی: "یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ایک قوم کی بھلائی اور ایک کی برائی کا ذکر فرمایا، ہم ان میں سے کس میں ہیں؟" تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:"چاہے کہ ایک قوم اپنے پڑوسیوں کو ضرور دین سکھائے، انہیں سمجھائے، نصیحت کرے، نیکی کی دعوت دے اور برائی سے منع کرے، اسی طرح دوسری قوم کو چاہے کہ اپنے پڑوسیوں سے دین سیکھے، سمجھے اور ان سے نصیحت طلب کرے ورنہ جلد دنیا میں ہی اس کا انجام بھگتے گی۔" انہوں نے دوبارہ عرض کی "یارسول اللہ عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم! کیا ہم دوسرے لوگوں کو نصیحت کریں؟" تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے یہی بات دہرائی، انہوں نے پھر یہی عرض کی "کیا ہم دوسروں کو نصیحت کریں۔" تو شفیعُ المذنبین، انیسُ الغریبین، سراجُ السالکین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا:"ہاں ایسا ہی ہے۔" انہوں نے پھر عرض کی "ہمیں ایک سال کی مہلت

دیجئے۔" تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلَّم نے انہیں ایک سال کی مہلت عطا فرما دی تا کہ یہ لوگوں کو دین سکھائیں اور نصیحت کریں، پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلَّم نے یہ آیتِ مبارکہ تلاوت فرمائی:

لُعِنَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡۢ بَنِیۡۤ اِسۡرَآءِیۡلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِیۡسَی ابۡنِ مَرۡیَمَ ؕ ذٰلِکَ بِمَا عَصَوۡا وَّ کَانُوۡا یَعۡتَدُوۡنَ ﴿۷۸﴾

ترجمۂ کنزالایمان: لعنت کئے گئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل میں داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر یہ بدلہ ان کی نافرمانی اور سرکشی کا۔(پ6،المآئدۃ:78)

(مجمع الزوائد، کتاب العلم، باب فی تعلیم من لایعلم، الحدیث ۷۴۸، ج۱، ص ۴۰۲، انتظ بدلہ "انفطن")

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اے میری بیٹی! تم پر سلام ہو

حضرت سیِّدُنا عمران بن حُصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ مجھے بارگاہ نبوی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلَّم میں ایک مقام حاصل تھا، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ و سلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے عمران! ہمارے ہاں تمہاری قدر و منزلت ہے، اگر تم چاہو تو حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عیادت کے لئے میرے ساتھ چلو۔"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، میں نے عرض کی:" میں حاضر ہوں، یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں۔" رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم کھڑے ہوئے تو میں بھی آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا یہاں تک کہ حضرت سیِّدَتُنا فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دروازے پر جا کھڑا ہوا، نبیٔ اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے دروازہ کھٹکھٹایا اور فرمایا:" السّلام علیکم، اے بیٹی! کیا میں آسکتا ہوں؟ "انہوں نے عرض کی:" یارسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم! تشریف لائیے۔" آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے فرمایا:"میں بھی اور جو کوئی میرے ساتھ ہے وہ بھی؟" انہوں نے پوچھا:"آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم کے ساتھ کون ہے؟" آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے فرمایا:"عمران بن حُصین۔"

انہوں نے عرض کی: "اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا! میرے اوپر صرف ایک عباء (یعنی چغہ) ہے۔" آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اسے اپنے اوپر اس اس طرح لپیٹ لیں۔ انہوں نے عرض کی: "میں نے اپنا جسم تو چھپالیا، سر کیسے ڈھانپوں؟" نبیٔ اَکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم کے پاس ایک پرانی چادر تھی، آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے ان کی طرف پھینک دی اور فرمایا: "اس سے اپنا سر لپیٹ لو۔" پھر انہوں نے اجازت دی تو آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم تشریف لائے اور فرمایا: "اے میری بیٹی! تم پر سلام ہو، تمہارا **کیا حال ہے؟**" انہوں نے عرض کی: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! مجھے درد ہے، اور اس تکلیف میں اس وجہ سے بھی اضافہ ہو گیا ہے کہ میرے پاس کھانے کے لئے کچھ نہیں، مجھے بھوک نے نڈھال کر دیا ہے (یہ سن کر) رسول اللہ عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم رو پڑے اور ارشاد فرمایا:

" اے میری لختِ جگر! نہ گھبرا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میں نے بھی تین دن سے کچھ نہیں چکھا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں میری تم سے زیادہ عزت ہے، اگر میں اللہ عَزَّوَجَلَّ سے مانگو تو وہ مجھے کھلائے گا لیکن میں نے دنیا پر آخرت کو ترجیح دی ہے۔" پھر آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے خاتونِ جنت کے کندھے پر اپنے دست اقدس سے تھپکی دی اور فرمایا: "تمہیں خوشخبری ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تم جنتی عورتوں کی سردار ہو۔" انہوں نے عرض کی: "فرعون کی بیوی حضرت آسیہ اور حضرت مریم بنت عمران رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا کیا ہو گا؟" آپ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: "حضرت آسیہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت مریم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے، حضرت خدیجہ اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہے اور تم اپنے زمانے کی عورتوں کی سردار ہو، تم ایسے مکان میں رہو گی جس میں کوئی تکلیف اور شور و غل نہ ہو گا۔" پھر ارشاد فرمایا: "اپنے چچا کے بیٹے (یعنی حضرت سیّدُنا علی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم) کے ساتھ قناعت اختیار کرو، میں نے تمہارا نکاح ایسے شخص سے کیا ہے جو دنیا میں بھی سردار ہے اور آخرت میں بھی۔"

(حلیۃ الاولیاء، فاطمۃ بنت رسول اللہ، الحدیث ۱۴۵۱ / ۱۴۵۰، ج ۲، ص ۵۲، مفہومًا)

اے کاش! مجھے عمیر جیسے گورنر مل جائیں

حضرت سیدنا عمیر بن سعد الانصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں حَمص کا گورنر بنا کر بھیجا۔ ایک سال گزر گیا لیکن ان کی کوئی خبر نہ آئی۔ چنانچہ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کاتب کو بلایا اور فرمایا: "عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف خط لکھو کہ جیسے ہی تمہیں میرا یہ خط ملے فوراً میرے پاس چلے آؤ، مالِ غنیمت و خَراج وغیرہ بھی ساتھ لیتے آنا۔" جب حضرت سیدنا عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پیغام ملا تو آپ نے اپنا تھیلا اٹھایا، اس میں زادِ راہ اور ایک پیالہ رکھا، پانی کا برتن لیا پھر اپنی لاٹھی اٹھا کر پیدل ہی سفر کرتے ہوئے مدینہ منوّرہ پہنچ گئے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ آپ کا چہرہ گرد آلود اور رنگ متغیر ہو چکا تھا اور طویل سفر کے آثار چہرے پر ظاہر تھے۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہوتے ہی اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْن وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہ، وَمَغْفِرَتُہ کہا۔ حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: "اے عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! تمہارا **کیا حال ہے؟**" حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "میرا وہی حال ہے جو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ دیکھ رہے ہیں، کیا آپ نہیں دیکھ رہے کہ میں صحیح وسالم ہوں اور دنیا میرے ساتھ ہے جسے میں کھینچ رہا ہوں۔

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: "تم کیا کچھ لے کر آئے ہو؟" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا گمان تھا کہ شاید حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مالِ غنیمت وغیرہ لائے ہوں گے، حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "میرے پاس میرا تھیلا ہے جس میں اپنا زادِ راہ رکھتا ہوں، ایک پیالہ ہے جس میں کھانا کھاتا ہوں اور اسی سے اپنا سر اور کپڑے وغیرہ دھوتا ہوں، ایک پانی کا برتن ہے جس میں پانی پیتا ہوں اور وضو وغیرہ کرتا ہوں اور ایک لاٹھی ہے جس پر ٹیک لگاتا ہوں اور اگر کوئی دشمن آ جائے تو اسی لاٹھی سے اس کا مقابلہ کرتا ہوں، خدا عزوجل کی قسم! اس کے علاوہ میرے پاس دنیاوی مال ومتاع نہیں۔" حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا: "اے عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! کیا تم پیدل آئے ہو؟" انہوں نے

عرض کی:"جی ہاں۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: "کیا مسلمانوں میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو تمہیں سواری دیتا تاکہ تم اس پر سوار ہو کر آتے ؟" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:"نہیں، ان میں سے کسی نے مجھے کہا نہ ہی میں نے کسی سے سوال کیا۔" حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:"وہ کتنے بُرے لوگ ہیں جن کے پاس سے تم آئے ہو۔ حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا:"اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ! انہیں برا نہ کہیں، میں ان لوگوں کو صبح کی نماز پڑھتے چھوڑ کر آیا ہوں، وہ اللہ عزوجل کی عبادت کرنے والے ہیں۔" حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا: "تم جس مال کی وصولی کے لئے بھیجے گئے تھے وہ کہاں ہے؟ اور تم نے وہاں رہ کر کیا کیا کام سرانجام دیئے ؟" حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی: "آپ مجھ سے کیا پوچھنا چاہتے ہیں ؟" حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "سبحان اللہ عزوجل! میں جو پوچھنا چاہتا ہوں وہ بالکل واضح ہے۔"

حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:"اللہ عزوجل کی قسم! اگر مجھے اس بات کا خوف نہ ہوتا کہ میرے نہ بتانے سے آپ کو غم ہوگا تو میں ہرگز آپ کو نہ بتاتا، سنئے! جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مجھے بھیجا تھا تو وہاں پہنچ کر میں نے وہاں کے تمام نیک لوگوں کو جمع کیا اور انہیں مال جمع کرنے کے لئے کہا۔ جب انہوں نے مالِ غنیمت اور جزیہ وغیرہ جمع کر لیا تو میں نے اس مال کو اس کے مصارف (یعنی خرچ کرنے کی جگہوں) میں خرچ کر دیا۔ اگر اس میں سے کچھ بچتا تو میں یہاں ضرور لے کر آتا۔" حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دریافت فرمایا:" تم یہاں کچھ بھی نہیں لے کر آئے ؟" انہوں نے عرض کی:"نہیں۔" حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دوبارہ وہاں کا حاکم بنا کر بھیجا جاتا ہے اس کے لئے عہد لکھو۔" حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب یہ سنا تو عرض کی:" اب میں یہ کام نہ تو آپ کے لئے کروں گا نہ آپ کے بعد کسی اور کے لئے، کیونکہ اس کام میں مَیں اپنے آپ کو گناہوں سے نہیں بچا سکتا بلکہ مجھ سے ایک خطا بھی سرزد ہوئی ہے، میں نے ایک نصرانی کو یہ کہہ دیا تھا کہ " اللہ عزوجل تجھے رسوا کرے حالانکہ وہ ہمیں جزیہ دیا کرتا تھا اور ذمی کافر کو اذیت دینا منع ہے لہٰذا میں اب یہ عہدہ قبول نہیں کروں گا۔" پھر انہوں نے حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اجازت چاہی اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

ان کا گھر مدینہ منورہ سے کافی دور تھا۔وہ پیدل ہی گھر کی جانب چل دیئے۔جب وہ چلے گئے تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:" ان کے بارے میں تحقیق کرنی چاہئے۔ لہٰذا آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حارث نامی ایک شخص کو بلایا اور اسے ایک سو دینار دے کر فرمایا:" تم حضرت عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس جاؤ اور وہاں مہمان بن کر رہو، اگر وہاں دولت کے آثار دیکھو تو واپس آ جانا اور اگر انہیں تنگدستی اور فقر وفاقہ کی حالت میں پاؤ تو یہ دینار اُنہیں دے دینا۔"

جب وہ شخص وہاں پہنچا تو دیکھا کہ حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دیوار سے ٹیک لگائے بیٹھے ہیں اور اپنے کُرتے سے گرد وغبار وغیرہ صاف کر رہے ہیں۔ وہ ان کے پاس گئے اور سلام عرض کیا، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا اور فرمایا:" اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے، آپ ہمارے ہاں مہمان ہو جائیے۔ لہٰذا وہ ان کے ہاں بطورِ مہمان ٹھہر گیا پھر حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا:"آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں؟"اس نے کہا:"میں مدینہ منورہ سے آیا ہوں۔" حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:" امیر المؤمنین کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟"جواب دیا:"اچھی حالت میں۔"پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:"کیا حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مجرموں کو سزا نہیں دیتے؟"اس نے کہا:"کیوں نہیں۔"وہ حدود قائم فرماتے ہیں اور انہوں نے تو اپنے بیٹے پر بھی کسی خطا پر حد قائم فرمائی یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔" حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا، اے اللہ عزوجل! تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عزت عطا فرما، ان کی مدد فرما، بے شک وہ تجھ سے بہت زیادہ محبت کرتے ہیں۔

وہ شخص حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں تین دن مہمان رہا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں جَو کی ایک روٹی ہوتی جو اسے کھلا دیتے اور خود بھوکے رہتے۔ یہاں تک کہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشقت میں پڑ گئے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت زیادہ پریشانی ہونے لگی۔ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا:"ہمیں بہت زیادہ پریشانی کا سامنا ہے، اگر آپ مناسب سمجھیں تو ہم سے رخصت ہو جائیں، جب اس نے یہ سنا تو دینار نکال کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں پیش کئے اور کہا:" یہ امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے بھیجے ہیں، انہیں قبول فرمائیے اور اپنی ضروریات میں استعمال کیجئے۔"جب آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو ایک زوردار چیخ ماری اور فرمایا:"مجھے ان

کی کچھ حاجت نہیں، انہیں واپس لے جاؤ۔"یہ دیکھ کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے عرض کی:" آپ انہیں قبول کر لیجئے، اگر ان کی ضرورت محسوس ہو تو استعمال کر لینا ورنہ حاجت مندوں اور فقراء میں تقسیم فرما دینا۔"حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اللہ عزوجل کی قسم! میرے پاس کوئی ایسی چیز نہیں جس میں انہیں رکھ سکوں۔"یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ محترمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہانے اپنے کرتے کا نیچے والا حصہ پھاڑ کر دیا، اور کہا:"اس میں رکھ لیجئے۔"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وہ دینار لے کر اس کپڑے میں رکھ لئے پھر گھر سے باہر تشریف لے گئے اور تمام دینار شہداء کے اقرباء اور فقراء ومساکین میں تقسیم فرمادیئے۔ جب واپس گھر آئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس ایک دینار بھی نہ تھا، دینار لانے والے کا گمان تھا کہ شاید مجھے بھی کچھ حصہ ملے گا لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سب دینار فقراء میں تقسیم فرمادیئے تھے۔ پھر حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے فرمایا:"امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو میرا اسلام عرض کرنا۔" پھر وہ شخص وہاں سے روانہ ہو کر حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے پوچھا:"تم نے وہاں کیا دیکھا؟" عرض کی: "بہت تنگدستی اور فقر وفاقہ کی حالت میں زندگی گزار رہے ہیں، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:" انہوں نے دیناروں کا کیا کیا؟"عرض کی:" مجھے معلوم نہیں۔"

پھر حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کی طرف خط بھیجا اور اس میں لکھا:" جیسے ہی ہمارا یہ خط پہنچے فوراً ہمارے پاس چلے آؤ، لہٰذا خط پا کر حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ میں حاضر ہو گئے، حضرت سیدنا عمرِفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا:" آپ نے دینار کہاں خرچ کئے؟بولے: "میں نے جہاں چاہا انہیں خرچ کیا، آپ ان کے متعلق کیوں پوچھ رہے ہیں؟"آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:"میں تمہیں قسم دے کر کہتا ہوں مجھے بتاؤ تم نے وہ دینار کہاں خرچ کئے؟"حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی:" میں نے وہ دینار اپنی آخرت کے لئے ذخیرہ کر لئے ہیں۔"

حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر فرمایا:"اللہ عزوجل آپ پر رحم فرمائے اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خوش وخرم رکھے، اسی طرح حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو دعائیں دیتے رہے، پھر حکم فرمایا: انہیں چھ من گندم اور کچھ کپڑے دے دیئے جائیں۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سن کر کہا:"

مجھے گندم کی کوئی حاجت نہیں، مَیں گھر میں دو صاع گندم چھوڑ کر آیا ہوں، جب وہ ختم ہو جائے گی تو اللہ عزوجل ہمیں اور عطا فرمائے گا۔ پس آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گندم قبول نہ فرمائی اور کپڑے بھی یہ کہہ کر لئے کہ فلاں غریب عورت کو ان کی حاجت ہے، میں یہ کپڑے اسے دے دوں گا، پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئے اور کچھ عرصہ بعد آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اِنتقال ہو گیا۔ (اللہ عزوجل کی ان پر رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین)

جب حضرت سیدنا عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے وصال کی خبر ملی تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بہت صدمہ ہوا اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان کی تدفین کے لئے پیدل ہی جنت البقیع کی طرف چل پڑے، بہت سے لوگ بھی آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھے، جب حضرت سیدنا عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دفن کر دیا گیا تو حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے کہا: "تم اپنی اپنی خواہش کا اظہار کرو۔" ان میں سے ایک شخص بولا: "اے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ! میری یہ خواہش ہے کہ میرے پاس بہت سامال ہو اور میں اس کے ذریعے غلاموں کو آزاد کرواؤں تاکہ اللہ عزوجل کی رضا نصیب ہو۔" دوسرے نے کہا: "میری یہ خواہش ہے کہ میرے پاس بہت سامال ہو جسے میں اللہ عزوجل کی راہ میں خرچ کر دوں۔" ایک اور شخص نے کہا: "میری خواہش ہے کہ اللہ عزوجل مجھے بہت زیادہ قوت عطا فرمائے تاکہ میں بئرِ زمزم سے پانی نکال کر حجاج کو سیراب کروں۔" پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا: "میری تو یہ خواہش ہے کہ مجھے عمیر بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگ مل جائیں جنہیں میں گورنر بناؤں اور مسلمانوں کے کاموں کا والی بنا دوں۔" (عیون الحکایات حصہ اول ص ۲۴۔۲۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

بارہ سالوں میں حساب و کتاب سے فارغ ہوئے

حضرت سیدنا عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: "حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ میرے پڑوسی تھے، میں نے لوگوں میں ان سے زیادہ افضل کسی کو نہیں پایا، ان کی راتیں عبادت میں گزرتیں، دن کو روزہ رکھتے، اور سارا دن لوگوں کی حاجات پورا کرنے میں گزر جاتا، جب حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا انتقال ہو گیا تو میں نے اللہ عزوجل سے دعا کی: "مجھے حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی

اللہ تعالیٰ عنہ کی خواب میں زیارت ہو جائے۔" الحمد للہ عزوجل !میری دعا قبول ہوئی اور ایک رات میں نے خواب دیکھا کہ حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ شریف کے بازار کی جانب جارہے ہیں، میں نے سلام کیا۔انہوں نے جواب دیا۔ میں نے پوچھا:" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا **کیا حال ہے؟**" فرمایا:"ابھی ابھی حساب وکتاب سے فارغ ہوا ہوں، اگر میں اپنے رب عزوجل کو رحیم وکریم نہ پاتا تو میری خلافت مجھے لے ڈوبتی۔"

اسی طرح حضرت سیدنا ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں:" میں نے اپنے والدِ گرامی حضرت سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کی:" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا معاملہ کیسا رہا ؟"فرمانے لگے:" الحمد للہ عزوجل! بہتر رہا، قریب تھا کہ میری خلافت مجھے لے ڈوبتی لیکن میں نے اپنے پروردگار عزوجل کو بہت رحیم وکریم پایا۔" پھر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہنے مجھ سے پوچھا:"بیٹا!بتاؤ تم سے جدا ہوئے مجھے کتنا عرصہ ہو گیا ہے ؟"میں نے عرض کی:" تقریباًبارہ سال ہو چکے ہیں۔" تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا:" میں ابھی ابھی حساب وکتاب سے فارغ ہوا ہوں۔" (عیون الحکایات حصہ اول ص۸۳)

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو..اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حُسن وجمال کی پیکر

حضرت سیدنا ہیثم بن عدی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:" حضرت سیدنا عمر بن عبدالعزیز علیہ رحمۃ اللہ المجید کی زوجہ حضرت فاطمہ بنت عبدالملک بن مروان رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہا کے پاس ایک لونڈی تھی جو حسن وجمال میں بے مثال تھی،وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو بہت محبوب تھی، خلیفہ بننے سے پہلے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی زوجہ سے کہا:"یہ لونڈی مجھے ہبہ کر دو۔" لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔

پھر جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خلیفہ بنایا گیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی زوجہ محترمہ اس لونڈی کو تیار کر کے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں لائی اور عرض کی:" میں یہ لونڈی بخوشی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو پیش کرتی ہوں کیونکہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ بہت زیادہ پسند ہے۔"آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت خوش ہوئے، اور فرمایا:" اسے میرے پاس بھیج دو۔"جب وہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آئی تو آپ رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ اس کا حسن وجمال دیکھ کر بہت متعجب ہوئے، اور اس سے قربت اختیار کرنا چاہی لیکن پھر رک گئے، اور اس لونڈی سے کہا:" بیٹھ جاؤ، اور پہلے مجھے یہ بتاؤ: تم کون ہو اور فاطمہ کے پاس تم کہاں سے آئیں؟"

وہ کہنے لگی:" میں" کوفہ " کے گورنر کی غلامی میں تھی اور وہ گورنر حجاج بن یوسف کا بہت مقروض تھا ،اس نے مجھے حجاج بن یوسف کے پاس بھیج دیا۔ حجاج بن یوسف نے مجھے عبدالملک بن مروان کے پاس بھیج دیا۔ ان دنوں میں لڑکپن تھا، پھر عبدالملک بن مروان نے مجھے اپنی بیٹی فاطمہ کو ہبہ کر دیا اور یوں میں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس پہنچ گئی۔"

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے پوچھا:" اس گورنر کا کیا ہوا؟" کہنے لگی:" وہ تو مر گیا۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا:" کیا اس کی کوئی اولاد ہے؟" اس نے جواب دیا:" جی ہاں! اس کا ایک لڑکا ہے۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفسار فرمایا: "اس کا **کیا حال ہے**؟" کہنے لگی:" اس کا حال بہت برا ہے، بہت زیادہ مفلسی کی زندگی گزار رہا ہے۔"

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اسی وقت کوفہ کے موجودہ گورنر" عبدالحمید علیہ رحمۃ اللہ المجید "کو خط لکھا کہ فلاں شخص کو فوراً میرے پاس بھیج دو، فوراً حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ شخص آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے پاس آ گیا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا:" تجھ پر کتنا قرض ہے؟" تو اس نے جتنا بتایا آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے سارا ادا کر دیا۔

پھر فرمایا:" یہ لونڈی بھی تمہاری ہے، اسے لے جاؤ۔" یہ کہتے ہوئے آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ لونڈی اس کے حوالے کر دی، جوں ہی اس نے لونڈی کا ہاتھ پکڑنا چاہا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:" خبردار! تم دونوں ایک دوسرے کی قربت سے بچنا، ہو سکتا ہے تیرے والد نے اس لونڈی سے وطی کی ہو۔"(کیونکہ اولاد پر اپنے باپ، دادا کی موطوءہ حرام ہے)۔ (تفسیر نعیمی، ج۴، ص۵۶۵ ملخصًا)

اس نے کہا:"اے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! یہ لونڈی آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ہی رکھ لیجئے۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:"مجھے اب اس کی کوئی حاجت نہیں۔" اس نے عرض کی:" پھر آپ مجھ سے خرید لیں۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پھر انکار کر دیا اور فرمایا:" جاؤ، اسے اپنے ساتھ ہی لے جاؤ۔" یہ سن کر وہ(لونڈی) کہنے لگی:"اے امیر المؤمنین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! آپ تو مجھے بہت چاہتے تھے، اب آپ رحمۃ

اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ چاہت کہاں گئی؟" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا:" میری تجھ سے محبت وچاہت اپنی جگہ بر قرار ہے بلکہ اب تو اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔" پھر ان دونوں کو روانہ کر دیا۔(عیون الحکایات حصہ اول ص ۸۳۔۸۴)

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو.. اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ریشمی کفن

حضرت سیدنا ابو عبد اللہ براثی علیہ رحمۃ اللہ الکافی فرماتے ہیں، مجھے حضرت سیدنا خلف برزائی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بتایا:" میری کفالت میں ایک کوڑھ زدہ نوجوان دیا گیا جس کے ہاتھ پاؤں کٹے ہوئے تھے اور آنکھوں سے بھی اندھا تھا، میں نے اسے کوڑھ زدہ لوگوں کے ساتھ کر دیا، اسی طرح کافی دن گزر گئے کہ میں اس سے بالکل غافل رہا۔ پھر مجھے اس کا خیال آیا، چنانچہ میں اس کے پاس گیا اور اس سے کہا: "اے اللہ عزوجل کے بندے! تمہارا **کیا حال ہے**؟ میں تمہاری طرف سے کافی دن غفلت میں رہا، تم سے تمہارا حال دریافت نہ کر سکا۔"

وہ کہنے لگا:" میرا ایک دوست ہے جس کی محبت نے میری تمام تکلیفوں کا احاطہ کیا ہوا ہے، اس کی محبت کی وجہ سے مجھے اپنا درد و غم محسوس نہیں ہوتا، میرا وہ دوست مجھ سے کبھی بھی غافل نہیں ہوتا۔"

میں نے کہا:" (مجھے معاف کرنا) میں تمہیں بھول گیا تھا۔" وہ کہنے لگا:" مجھے تمہارے بھولنے کی کوئی پرواہ نہیں، مجھے یاد کرنے والا موجود ہے، اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک دوست دوسرے دوست کو یاد نہ رکھے، میرا دوست ہر وقت میرا خیال رکھتا ہے۔" میں نے اس سے کہا:" اگر تم چاہو تو میں تمہاری شادی کسی ایسی عورت سے کرادوں جو تمہاری اس گندگی کو دور کر دے اور تمہارے زخموں کی دیکھ بھال کرے۔" تو وہ رونے لگا، پھر ایک آہِ سرد دل پر درد سے کھینچی اور آسمان کی طرف نظر اٹھاتے ہوئے کہنے لگا: " اے میرے دل و جان سے پیارے دوست!" اتنا کہہ کر اس پر بے ہوشی طاری ہو گئی، پھر جب افاقہ ہوا تو میں نے اس سے پوچھا:"تم کیا کہتے ہو؟ کیا تمہاری شادی کرادوں؟" کہنے لگا:"تم میری شادی کیسے کراؤ گے حالانکہ میں تو دنیا کا بادشاہ اور سردار ہوں۔" میں نے کہا: "تیرے پاس دنیا کی کونسی نعمت ہے؟" ہاتھ پاؤں تیرے نہیں، آنکھوں سے تو اندھا ہے اور تو اپنے منہ سے اس طرح کھاتا ہے جیسے جانور کھاتے ہیں، پھر بھلا تو دنیا کا سردار کیسے ہو سکتا ہے؟" وہ کہنے

لگا:" میں اپنے مولا سے راضی ہوں کہ اس نے میرے جسم کو آزمائش میں مبتلا کیا اور میری زبان کو اپنے ذکر سے تر و تازہ رکھا، یہ میری سب سے بڑی خوش نصیبی ہے۔"

پھر وہ شخص میرے پاس سے چلا گیا اور کچھ ہی عرصہ بعد اس کا انتقال ہو گیا، میں اس کے لئے کفن لے کر آیا جو کچھ بڑا تھا، میں نے بڑا حصہ کاٹ لیا اور اس کو کفن پہنا کر نماز جنازہ پڑھی پھر اسے دفنا دیا گیا، رات کو میں نے خواب دیکھا تو کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا:" اے خلف! تم نے ہمارے ولی اور دوست کے کفن میں کنجوسی کی، یہ لو تمہارا کفن تمہیں واپس دیا جاتا ہے، اور ہم نے اپنے اس ولی کو سندس وریشم کا قیمتی کفن پہنا دیا ہے۔ جب میں بیدار ہوا تو میں نے دیکھا کہ میرا دیا ہوا کفن گھر میں پڑا ہوا تھا۔ (عیون الحکایات حصہ اول ص۹۸۔۹۹)

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو.. اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی صلی اللہ تعالی علیہ وسلم)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

تین بہادر بھائی

حضرت سیدنا علی بن یزیدی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے والدِ گرامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں :"ملکِ شام سے مجاہدینِ اسلام کا لشکر دینِ حق کی سربلندی کے مقدس جذبہ سے سرشار دلوں میں شہادت کا شوق لئے روم کے عیسائیوں سے جہاد کرنے روانہ ہوا۔

اس عظیم لشکر میں تین سگے بھائی بھی شامل تھے۔ تینوں شجاعت و بہادری، جنگی مہارت، حسن وجمال اور زہد و تقوی میں اپنی مثال آپ تھے۔ وہ جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے ہر وقت تیار رہتے۔ لشکرِ اسلام کفار کی سرکوبی کے لئے منزلوں پر منزلیں طے کر تا روم کی سرحد کی جانب بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ ان تینوں بھائیوں کا انداز ہی نرالا تھا وہ لشکر سے علیٰحدہ ہو کر چلتے، جب لشکرِ اسلام کسی جگہ قیام کرتا تو وہ لشکر سے کچھ دور قیام کرتے۔ اگر کہیں ان کے ہم پلّہ یا ان سے زیادہ طاقتور دشمن نظر آجاتے تو یہ تین افراد پر مشتمل مختصر سا قافلہ آن کی آن میں انہیں ختم کر دیتا۔

جب مجاہدین کا لشکر رومی سرحد کے قریب پہنچ گیا تو اچانک مسلمانوں کے ایک دستے پر رومی سپاہیوں کے ایک دستے نے حملہ کر دیا۔ رومیوں کی تعداد بہت زیادہ تھی۔ گھمسان کی جنگ شروع ہو گئی۔ اسلام کے جیالے اپنی جانوں سے بے فکر مجاہدانہ وار روم کی عیسائی فوج سے برسرِپیکار تھے۔ مسلمانوں کی تعداد عیسائیوں

کے مقابلے میں بہت کم تھی۔ اچانک رومیوں نے مسلمانوں پر شدید حملہ کر دیا اور بہت سے مسلمان جامِ شہادت نوش کر گئے اور کچھ قید کر لئے گئے۔ جب ان تین بھائیوں کو یہ خبر ملی تو وہ تڑپ اُٹھے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے: "اب ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنے مسلمان بھائیوں کی مدد کو پہنچیں اور راہِ خدا عزوجل میں اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کریں۔

چنانچہ اسلام کے یہ تینوں شیر غیظ وغضب کی حالت میں میدانِ جنگ کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں مسلمان بہت سختی کی حالت میں تھے۔ انہوں نے وہاں پہنچ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور کہا: "اے ہمارے مسلمان بھائیو! اب تم نہ گھبراؤ، ہم تمہاری مدد کو پہنچ چکے ہیں۔ سب کے سب جمع ہو جاؤ اور ہمارے پیچھے پیچھے رہو۔ ان شاءاللہ عزوجل ان رومی کُتّوں کو ہم تینوں شیر ہی کافی ہیں۔

یہ سن کر مسلمانوں کا جذبہ بڑھا اور وہ ایک جگہ جمع ہونے شروع ہو گئے۔ ان تینوں بھائیوں نے آندھی وطوفان کی طرح رومیوں کی فوج پر حملہ کیا جس طرف جاتے لاشوں کے ڈھیر لگا دیتے، ان کی تلواروں اور نیزوں نے ایسے جنگی جوہر دکھائے کہ رومیوں کو اس معرکہ میں منہ کی کھانی پڑی اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ گئے اور اپنے لشکر سے جا ملے۔

وہ رومی جو اس بات پر خوش ہو رہے تھے کہ آج ہم مسلمانوں پر غالب آجائیں گے جب ان پر اسلام کے ان تین شیروں نے حملہ کیا تو رومی، لومڑی کی طرح میدان جنگ سے بھاگ گئے۔ جب روم کے عیسائی بادشاہ کو یہ خبر ملی کہ اسلام کے تین شیروں نے جنگ کا پانسہ ہی پلٹ دیا تو بادشاہ کو ان کی بہادری پر بڑا تعجب ہوا اور اس نے اعلان کیا: " جو کوئی ان تینوں میں سے کسی کو گرفتار کر کے لائے گا میں اسے اپنے خاص عہدے داروں میں شامل کر لوں گا اور اسے گورنر بناؤں گا۔" جب رومیوں نے یہ اعلان سنا تو روم کے بڑے بڑے بہادروں نے ان تین نوجوانوں کو قید کرنے کا ارادہ کیا اور بہت سے لوگ ان جاں نثاروں کو قید کرنے کے لئے میدانِ کارزار کی طرف گئے۔

دوسرے دن دونوں فوجوں میں گھمسان کی جنگ جاری تھی۔ یہ تینوں بھائی سب میں نمایاں تھے جس طرف رخ کرتے رومیوں کی شامت آجاتی۔ ان کی گردنیں تن سے جدا ہو کر گر پڑتیں۔ جب لالچی رومیوں نے دیکھا کہ یہ تینوں نوجوان اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر مصروفِ جنگ ہیں تو بہت سے رومیوں نے مل کر پیچھے سے ان

تینوں بھائیوں کو گھیرے میں لے لیا اور پھندا ڈال کر ان شیروں کو قید کر کے بادشاہِ روم کے دربار میں لے گئے۔ جب بادشاہ نے ان تینوں مجاہدوں کو دیکھا تو کہنے لگا: "ان سے بڑھ کر نہ تو ہمارے لئے کوئی مالِ غنیمت ہے اور نہ ہی ان کی گرفتاری سے بڑھ کر کوئی فتح۔"

پھر ان تینوں مجاہدین کو "قسطنطنیہ" لے جایا گیا اور بادشاہ نے ان کو اپنے دربار میں بلا کر کہا: "تمہاری بہادری قابلِ تعریف ہے لیکن تم نے ہمارے خلاف جنگ کی جرأت کی لہٰذا تمہاری سزا موت کے سوا کچھ نہیں۔ ہاں! اگر تم اپنے دینِ اسلام کو چھوڑ کر نصرانی ہو جاؤ تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیں گے۔ تمہیں شاہی دربار میں اعلیٰ مقام دیا جائے گا اور میں اپنی شہزادیوں کی تم سے شادی کر دوں گا۔ بس تم دین اسلام کو چھوڑ کر ہمارا دینِ (عیسوی) قبول کر لو۔" بادشاہ کی یہ بات سن کر اسلام کے ان عظیم مجاہدوں نے بہت جرأت مندی کا مظاہرہ کیا اور بڑی بے خوفی اور بہادری سے جواب دیا: "ہم اپنے دین کو کبھی بھی نہیں چھوڑ سکتے اس دین کی خاطر سر کٹانا ہمارے لئے بہت بڑی سعادت ہے۔ تم ہمارے ساتھ جو چاہے کر و ان شاءاللہ عزوجل ہمارے پائے استقلال میں ذرہ برابر بھی فرق نہ آئے گا۔" یہ کہہ کر تینوں بھائی بیک وقت شاہِ روم کے دربار میں کھڑے ہو کر اپنے پیارے نبی، دو عالَم کے والی، سلطان دوجہاں، رحمت عالمیاں، نبی آخر الزماں، محمد مصطفی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں استغاثہ کرتے ہوئے "یا محمداہ! یا محمداہ! یا محمداہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم!" کی صدائیں بلند کرنے لگے۔

جب بادشاہ نے یہ دیکھا تو پوچھا: "یہ کیا کہہ رہے ہیں؟" لوگوں نے بتایا: "یہ اپنے نبی، محمد (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم) کی بارگاہ میں استغاثہ کر رہے ہیں۔

اس بدبخت بادشاہ کو بہت غصہ آیا کہ انہیں اپنے نبی سے اتنی محبت ہے کہ اپنی جان کی پرواہ تک نہیں بلکہ ایسی حالت میں بھی ان کی توجہ اپنے نبی کی طرف ہے پھر اس بدبخت بادشاہ نے ان مجاہدین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "کان کھول کر سن لو! اگر تم نے میری بات نہ مانی اور دین عیسوی قبول نہ کیا تو میں تمہیں ایسی دردناک سزادوں گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ ابھی موقع ہے کہ تم میری پیشکش قبول کر لو اور خوب عیش و عشرت کی زندگی گزارو۔" ان عاشقانِ رسول صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم نے اپنی غیرت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے بڑی بہادری سے جواب دیا: "ہم ایسی عیش و عشرت بھری زندگی پر لعنت بھیجتے ہیں جو ہمیں اسلام کی عظیم دولت

سے محروم کر دے۔ تم لاکھ کوشش کر لو لیکن ہمارے دلوں میں اسلام کی جو شمع روشن ہے تم اسے کبھی بھی نہیں بجھا سکتے، ہمارے دلوں میں ہمارے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی جو محبت ہے تم اسے ہمارے دلوں سے کبھی بھی نہیں نکال سکتے۔ ہم اللہ عزوجل کی وحدانیت کے کبھی بھی منکر نہ ہوں گے۔ ہمیں اپنی جانوں کی پرواہ نہیں، تمہیں جو کرنا ہے کر لو۔

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن　　　پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے اپنے جلاّدوں کو حکم دیا کہ تین بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ جلادو۔ جب تیل خوب گرم ہو جائے اور کھولنے لگے تو مجھے اطلاع کر دینا۔ جلاد حکم پاتے ہی دوڑے اور تین دیگوں میں تیل ڈال کر ان کے نیچے آگ لگا دی۔ مسلسل تین دن تک وہ دیگیں آگ پر رکھی رہیں۔ ان مجاہدین کو روزانہ نصرانیت کی دعوت دی جاتی اور لالچ دیا جاتا کہ تمہیں شاہی عہدہ بھی دیا جائے گا اور شاہی خاندان میں تمہاری شادی بھی کرادی جائے گی لیکن ان کے قدم بالکل نہ ڈگمگائے۔ چوتھے دن بادشاہ نے پھر انہیں لالچ اور دھمکی دی لیکن وہ اپنے مذموم ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اب بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور اس نے سب سے بڑے بھائی کو مخاطب کر کے کہا: " اگر تو نے میری بات نہ مانی تو تجھے اس کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دوں گا۔ " مگر اس عاشقِ رسول، جرأت مند مجاہد پر بادشاہ کی دھمکی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ بادشاہ نے جلادوں کو حکم دیا کہ اسے اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا جائے۔ حکم پاتے ہی جلاد آگے بڑھے اور انہوں نے اس مردِ حق کو ابلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا۔ آن کی آن میں اس راہِ خدا عزوجل کے عظیم مجاہد کا سارا گوشت جل گیا اور تیل میں اس کی ہڈیاں نظر آنے لگیں۔ بظاہر تو یہ نظر آرہا تھا کہ اس کا گوشت جل گیا لیکن در حقیقت اس مجاہد نے اس گرم تیل میں غوطہ لگایا اور جنت کی نہروں میں پہنچ گیا اور اسے دائمی حیات کی دولت نصیب ہو گئی اور اس کی جامِ شہادت نوش کرنے کی خواہش پوری ہو گئی۔

پھر بادشاہ نے اس سے چھوٹے بھائی کو بلایا اور اسے بھی لالچ اور دھمکیاں دیں اور کہا: " اگر تم نے میری بات نہ مانی تو تمہارا حشر بھی تمہارے بھائی جیسا ہی ہو گا۔ " اس مردِ مجاہد نے جواب دیا: "ہم تو کب سے جامِ شہادت نوش کرنے کے لئے بے تاب ہیں۔ ہمیں نہ تو دولت و شہرت چاہئے اور نہ ہی ملک و حکومت بلکہ ہمارا مطلوب تو راہ خدا عزوجل میں جان دے دینا ہے۔ ہمیں موت تو بخوشی قبول ہے لیکن دین اسلام سے

انحراف ناممکن۔ بالآخر اس مجاہد کی دلیرانہ گفتگو سن کر بادشاہ نے حکم دیا:" اسے بھی اس کے بھائی کے پاس پہنچا دو۔ حکم پاتے ہی ظالم جلّاد آگے بڑھے اوراس عظیم مجاہد کو بھی اُبلتے ہوئے تیل میں ڈال دیا اوراس کی روح بھی عالَمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی، اس کا خواب بھی شرمندہ تعبیر ہو گیا کیونکہ اس کی جان رائیگاں نہ گئی بلکہ دین اسلام کی سربلندی اوراللہ عزوجل کی رضا کی خاطر اس نے جامِ شہادت نوش کیا۔ بہر حال جب بادشاہ نے ان مجاہدین کا صبر واستقلال، بے خوفی وجرأت مندی اوردین اسلام پر استقامت دیکھی تو اسے اپنے اس فعل پر بڑی ندامت ہوئی اور کہنے لگا:" مسلمانوں سے زیادہ بہادر اور عظیم قوم میں نے آج تک نہیں دیکھی۔ پھر بادشاہ سب سے چھوٹے مجاہد کی طرف متوجہ ہوا جس کا چہرہ عبادت وریاضت کے نور سے چمک رہا تھا اور وہ بالکل وقار واطمینان سے کھڑا تھا۔ بادشاہ نے اسے اپنے پاس بلایا، اسے خوب لالچ دیا اور ہر طرح کے حیلے استعمال کر لئے کہ کسی طرح یہ اپنے دین سے منحرف ہو جائے لیکن بادشاہ کی کوئی تدبیر بھی اس نوجوان کے ایمان کو متزلزل نہ کر سکی۔ بادشاہ کو پھر غصہ آنے لگا وہ اس مجاہد کے خلاف بھی کچھ فیصلہ کرنا چاہتا تھا کہ ایک گورنر اُس کے پاس آیا اور کہنے لگا:"بادشاہ سلامت !اگر میں اس نوجوان کو دین اسلام سے منحرف کر دوں تو مجھے کیا انعام ملے گا؟ بادشاہ نے کہا :"میں تجھے مزید ترقی دے دوں گا اور تجھے خوب انعام واکرام سے نوازا جائے گا مگر یہ تو بتاؤ کہ تم اس نوجوان کو کس طرح بہکاؤ گے۔ جب یہ موت سے بھی نہیں ڈرتا تو پھر ایسی کون سی چیز ہے جو اس مجاہد کو اس کے دین سے پھسلا دے گی؟" وہ بے غیرت گورنر بادشاہ کے قریب گیا اور سر گوشی کرتے ہوئے کہنے لگا: "بادشاہ سلامت! آپ تو جانتے ہی ہیں کہ یہ عرب لوگ حسین عورتوں کے بہت شیدائی ہوتے ہیں اوران کی طرف بہت جلد مائل ہو جاتے ہیں۔ بادشاہ سلامت !پورے روم میں کوئی لڑکی میری بیٹی سے زیادہ حسین نہیں۔ یہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میری بیٹی کے حسن وجمال کے چرچے پورے روم میں ہو رہے ہیں۔ آپ اس نوجوان کو میرے حوالے کر دیں میں اسے اپنے گھر لے جاؤں گا۔مجھے امید ہے کہ میری بیٹی اسے ضرور اپنے حسن وجمال کے ذریعے گھائل کر دے گی اور یہ اپنے دین سے ضرور منحرف ہو جائے گا۔"

بادشاہ نے کہا:" ٹھیک ہے، میں تمہیں چالیس دن کی مدت دیتا ہوں اگر تم اسے عیسائی بنانے میں کامیاب ہو گئے تو تمہیں اتنا بڑا انعام دیا جائے گا جس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

چنانچہ وہ بے غیرت گورنر جو ملک ودولت کے لالچ میں اپنی بیٹی کی عزت کا سودا کرنے کے لئے تیار ہو گیا تھا، اس عظیم نوجوان کو لے کر اپنے گھر کی جانب چل دیا۔ گھر جاکر گورنر نے اس نوجوان کو اپنے گھر کے سب سے اچھے کمرے میں رہائش دی اور اپنی بیٹی کو سارا واقعہ بتایا۔ اس کی بیٹی نے کہا: "ابا جان! آپ بے فکر ہو جائیں ،میں اس نوجوان کے لئے کافی ہوں ، میں چند ہی دنوں میں اسے اپنے دامِ محبت میں پھنسا لوں گی۔" چنانچہ گورنر نے اپنی بیٹی کو اس نوجوان کے پاس بھیج دیا۔ وہ حسین دوشیزہ روزانہ اپنے حسن وجمال کا جال ڈال کر اس شرم وحیاکے پیکر عظیم مجاہد نوجوان کو پھنسانا چاہتی لیکن صد ہزار آفرین اس نوجوان کی پاکدامنی اور شرم وحیاء پر! اس نے کبھی بھی نظر اٹھا کر اس فتنے باز حسینہ کو نہ دیکھا جس کی ایک جھلک دیکھنے کو روم کے ہزاروں رومیوں کی نگاہیں ترستی تھیں۔ بس یہ سب دینِ اسلام کا فیضان تھا اور اس نوجوان پر نبی کریم، رءُوف رحیم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی نظر کرم تھی کہ جن کی نگاہیں ہر وقت حیا سے جھکی رہتی تھیں۔

نیچی نظروں کی شرم وحیاء پر درود   اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام

الغرض! اس لڑکی نے اسلام کے اس مجاہد کو بہکانے کی خوب کوشش کی لیکن وہ سارا دن نماز پڑھتا رہتا۔ اسی طرح پوری رات تلاوت کرتے کرتے اور قیام وسجود میں گزر جاتی۔ اس نوجوان نے کبھی بھی لڑکی کی طرف نہ دیکھا، بس ہر وقت یادِ الٰہی عزوجل میں مگن رہتا۔ اسی طرح کافی دن گزر گئے۔ مقررہ مدت ختم ہونے والی تھی۔ بادشاہ نے اس گورنر کو بلوایا اور پوچھا:" اس نوجوان کا **کیا حال ہے؟** کیا اس نے دین اسلام چھوڑ دیا ہے ؟" گورنر نے کہا:" میں نے اپنی بیٹی کو اسی کام پر لگایا ہوا ہے، میں اس سے معلوم کر لیتا ہوں کہ اسے کہاں تک کامیابی حاصل ہوئی ہے ؟"

گورنر اپنی بیٹی کے پاس آیا اور پوچھا:"بیٹی! اس نوجوان کا **کیا حال ہے؟**" لڑکی نے جواب دیا: "ابّا جان! یہ تو ہر وقت گم سُم رہتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ اس شہر میں اس کے دو بھائیوں کو مار دیا گیا ہے، یہ ان کی یاد میں غمگین رہتا ہے اور میری طرف بالکل متوجّہ نہیں ہوتا۔ اگر ایسا ہو جائے کہ ہمیں اس شہر سے کسی دوسرے شہر میں منتقل کر دیا جائے اور بادشاہ سے مزید کچھ دنوں کی مہلت لے لی جائے، نئے شہر میں جانے سے اس نوجوان کا غم کم ہو جائے گا۔، پھر میں اسے ضرور اپنی طرف مائل کر لوں گی۔

اپنی بیٹی کی یہ بات سن کر وہ بے غیرت گورنر بادشاہ کے پاس گیا اور اسے ساری صورت حال بتا کر مدت میں طوالت اور ان دونوں کے لئے کسی دوسرے شہر میں رہائش کے انتظام کا مطالبہ کیا۔ بادشاہ نے دونوں باتیں منظور کرلیں۔ ان دونوں کو ایک دوسرے شہر میں بھیج دیا اور کچھ دنوں کی مزید مہلت دے دی۔ اب ایک ہی کمرے میں ایک حسین و جمیل دوشیزہ اور یہ متقی و پرہیز گار نوجوان ایک ساتھ رہنے لگے۔ وہ لڑکی روزانہ نئے نئے انداز سے بناؤ سنگھار کر کے نوجوان کو مائل کرنے کی کوشش کرتی لیکن اللہ عزوجل کا وہ نیک بندہ نماز و تلاوت میں مشغول رہتا، اس کی راتیں اللہ عزوجل کی بارگاہ میں آہ وزاری اور نیاز مندی میں گزر جاتیں۔ اسی طرح وقت گزرتا رہا مقررہ مدت ختم ہونے میں صرف تین دن باقی تھے۔ اس لڑکی نے جب دیکھا کہ گناہ کے تمام تر مواقع میسر ہونے کے باوجود یہ عظیم نوجوان اپنے رب عزوجل کے خوف سے اور اپنے دین اسلام کے احکام پر عمل کرنے کے لئے میری طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا اور اپنے پروردگار عزوجل کی محبت میں مگن رہتا ہے تو وہ لڑکی اس عظیم مجاہد سے بہت متاثر ہوئی اور دینِ اسلام کی عظمت اس کے دل میں بیٹھ گئی۔

چنانچہ ایک رات وہ اس نوجوان کے پاس آئی اور کہنے لگی: "اے شرم وحیا کے پیکر عظیم و پاک دامن نوجوان! میں تمہاری عبادت وریاضت اور پاکدامنی سے بہت متاثر ہوئی ہوں اور اب میں تمہارے دین سے محبت کرنے لگی ہوں کہ جس کی تعلیمات ہی ایسی ہیں کہ کسی غیر عورت کو نہ دیکھا جائے تو جس دین میں ایسے اچھے احکامات ہوں یقیناوہی دین حق ہے۔ میں آج اور ابھی عیسائیت سے توبہ کرتی ہوں اور تمہارے دین میں داخل ہوتی ہوں۔ مجھے کلمہ پڑھا کر اپنے دین میں داخل کرلیجئے۔ پھر اس لڑکی نے سچے دل سے عیسائیت سے توبہ کی اور کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو گئی۔

اب نوجوان نے اس لڑکی سے کہا:" ہمیں اس ملک سے نکل جانا چاہئے ورنہ جیسے ہی تمہارے اسلام کی خبر بادشاہ کو پہنچے گی وہ تمہاری جان کا دشمن ہو جائے گا۔ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ ہم اس ملک سے دور چلے جائیں ؟" اس لڑکی نے کہا:"آپ بے فکر رہیں، میں آج رات ہی سارا انتظام کرلوں گی۔ آپ تیار رہنا ہم آج رات ہی یہاں سے اسلامی ملک کی طرف روانہ ہو جائیں گے۔"جب رات نے اپنے پر پھیلائے تو نوجوان بالکل تیار تھا کیونکہ آج رات اسے اپنے ملک کی طرف روانہ ہونا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ لڑکی آئی اور کہنے لگی:" جلدی چلئے! باہر ہمارے لئے دو گھوڑے تیار ہیں، ہمیں فوراً یہاں سے نکلنا ہے۔" نوجوان کے ترغیب دلانے پر گورنر کی اس لڑکی

نے جو مسلمان ہو چکی تھی، اپنے آپ کو سر سے لے کر پاؤں تک چادر میں چھپایا اور نوجوان کے پیچھے پیچھے چلنے لگی۔ دونوں گھوڑوں پر سوار ہوئے اور اسلامی سرحد کی طرف بڑھنے لگے۔

وہ مجاہد آگے آگے یاد الٰہی عزوجل میں مصروف، بڑی تیز رفتاری سے جانب منزل بڑھتا جارہا تھا ۔ پیچھے یہ نو مسلم لڑکی تھی۔ چلتے چلتے جب کافی رات بیت گئی تو ایک مقام پر انہیں گھوڑوں کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ آواز سن کر وہ نو مسلم لڑکی گھبرا گئی۔ اس نے سمجھا شاید دشمن ہمارے تعاقب میں آرہے ہیں، وہ کہنے لگی:" اے نیک سیرت نوجوان! اس پاک پروردگار عزوجل کی بارگاہ میں دعا کرو جس پر ہم ایمان لائے ہیں کہ وہ ہمیں ہمارے دشمنوں سے چھٹکارا عطا فرمادے۔

ابھی لڑکی یہ بات کہہ ہی رہی تھی کہ چند شہسوار ان کے قریب آگئے۔ انہیں دیکھ کر یہ دونوں بہت حیران ہوئے کیونکہ آنے والے شہسوار اس نوجوان کے بھائی تھے اور ان کے ساتھ چند اور نورانی چہروں والے شہسوار بھی تھے ۔ جب نوجوان نے اپنے بھائیوں کو دیکھا تو فرطِ محبت سے ان کی طرف لپکا، انہیں سلام کیا اور پوچھا:"اے میرے بھائیو! تمہارے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟" انہوں نے جواب دیا:"جب ہمیں اُبلتے ہوئے تیل میں غوطہ دیا گیا تو ہم سیدھے جنت الفردوس میں جا کر نکلے اور اللہ عزوجل نے ہمیں اپنا قرب خاص عطا فرمایا۔ اب اللہ عزوجل نے ہمیں تمہاری طرف بھیجا ہے اور ہمارے ساتھ ملائکہ کی ایک جماعت بھی آئی ہے۔ ہمیں حکم ہوا ہے کہ تیری شادی اس نو مسلم خوش قسمت لڑکی سے کروادیں۔ ہم تمہاری شادی کرانے آئے ہیں۔ چنانچہ فرشتوں کی نورانی بارات کی موجودگی میں اس عظیم نوجوان اور خوش قسمت نو مسلم لڑکی کا نکاح کر دیا گیا۔ پھر وہ دونوں بھائی ملائکہ کی جماعت کے ساتھ ایک سمت روانہ ہو گئے۔

دولہا اور دلہن حسرت بھری نگاہوں سے اس نورانی قافلے کو دیکھتے رہے۔ جب یہ قافلہ نظروں سے اوجھل ہو گیا تو انہوں نے بھی ملک شام کی طرف کوچ کیا۔ ملک شام پہنچ کر انہوں نے وہیں مستقل رہائش اختیار کرلی۔ لوگوں میں ان کا واقعہ بہت مشہور ہو چکا تھا اور پورے شام میں اس نوجوان کی پاکدامنی، اس کے بھائیوں کی شجاعت و بہادری، اس نیک سیرت نو مسلم لڑکی کی قربانی اور اس کی دینِ اسلام سے محبت کے چرچے ہونے لگے اور آج تک ان کا واقعہ لوگوں میں مشہور ہے۔

پھر کسی شاعر نے ان خوش نصیب عظیم میاں بیوی کے بارے میں چند اشعار کہے، جن میں سے ایک شعر یہ بھی تھا:

سَیُعْطٰی الصَّادِقِیْنَ بِفَضْلِ صِدْقٍ نَجَاۃٌ فِی الْحَیَاۃِ وَفِی الْمَمَاتِ

ترجمہ: عنقریب صادقین کو ان کے صدق کے سبب دنیا اور آخرت میں نجات دی جائے گی۔

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو..اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالی علی وسلم)

شیخ طریقت ،امیرِ اہلِسنت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطارؔ قادری دامت برکاتہم العالیہ اپنے رسالہ "حسینی دولہا" میں یہ واقعہ نقل کرنے کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:" میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو! دیکھا آپ نے !ان تینوں شامی بھائیوں نے ایمان پر استقامت کا کیسا زبردست مظاہرہ کیا، ان کے دلوں میں ایمان کس قدر راسخ ہو چکا تھا، یہ عشق کے صرف بلند بانگ دعوے کرنے والے نہیں حقیقی معنیٰ میں مخلص عاشقانِ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم تھے۔ دونوں بھائی جام شہادت نوش کر کے جنت الفردوس کی سرمدی نعمتوں کے حقدار بن گئے اور تیسرے نے روم کی حسینہ کی طرف دیکھا تک نہیں اور دن رات ربّ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت میں مصروف رہا اور یوں جو بہ نیت شکار آئی تھی خود اسیر بن کر رہ گئی! اس حکایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مشکلات میں سرکار صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلَّم سے مدد چاہنا اور یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم پکارنا اہلِ حق کا قدیم طریقہ رہا ہے۔

یارسول اللہ کے نعرے سے ہم کو پیار ہے ان شاءاللہ عزوجل دوجہاں میں اپنا بیڑا پار ہے

اُس شامی نوجوان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عزم واستقلال اوراس کی ایمان پر استقامت مرحبا! ذرا غور تو فرمایئے! نگاہوں کے سامنے دو پیارے پیارے بھائی جامِ شہادت نوش کر گئے مگر اس کے پائے ثَبات کو ذرا بھی لغزش نہیں آئی نہ دھمکیاں ڈرا سکیں نہ ہی قید و بند کی صُعُوبتیں اسے اپنے عزم سے ہٹا سکیں۔ حق وصداقت کا حامی مصیبتوں کی کالی کالی گھٹاؤں سے بالکل نہ گھبرایا۔ طوفانِ بلا کے سیلاب سے اس کے پائے ثَبات میں جُنبش تک نہ ہوئی۔ خدا و مصطفےٰ عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلَّم کا شیدائی دنیا کی آفتوں کو بالکل خاطر میں نہ لایا۔ بلکہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں پہنچنے والی ہر مصیبت کا اس نے خوش دلی کے ساتھ خیر مقدم کیا، نیز دنیا کے مال اور حُسن

وجمال کالالچ بھی اس کے عزائم سے اس کو نہ ہٹا سکا اور اس مردِ غازی نے اسلام کی خاطر ہر طرح کی راحتِ دنیا کے منہ پر ٹھوکر مار دی۔

یہ غازی یہ تیرے پر اَسرار بندے جنہیں تو نے بَخشا ہے ذوقِ خدائی

ہے ٹھوکر سے دو نیم صحرا و دریا سِمَٹ کر پہاڑ ان کی ہیبَت سے رائی

آخر کار اللہ عزوجل نے رہائی کے بھی خوب اسباب فرمائے۔وہ رومی لڑکی مسلمان ہو گئی اور دونوں رِشتہ ازدواج میں منسلک ہو گئے۔" (حسینی دولہا، ص۲۱تا۲۳)

اے ہمارے پاک پروردگار عزوجل !ہمیں بھی شوقِ شہادت کے جذبے میں اخلاص واستقامت عطافرما۔ دین کی خاطر اپنا تن، من، دَھن سب کچھ قربان کرنے کی عظیم سعادت عطافرما۔ دین اسلام کی سربلندی کے لئے ہمیں خوب خوب تگ ودو کرنے کی توفیق مرحمت فرما۔ اے ہمارے مولیٰ عزوجل !ہمیں بھی دین اسلام پر ثابت قدم رکھ ۔ایمان وعافیت کے ساتھ سرکار مدینہ، راحتِ قلب وسینہ، فیض گنجینہ ،صاحبِ معطّر پسینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کے جلوؤں میں شہادت کی موت عطافرما۔ ہمیں اپنی راہ میں سر کٹانے کی توفیق عطافرما۔ ان عظیم مجاہدوں کے صَدْقے بدنگاہی ، گندی سوچ اور گندے افعال سے ہماری حفاظت فرما۔ سرکار مدینہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی جھکی جھکی باحیا آنکھوں کا واسطہ ہمیں بھی شرم وحیا سے ہر وقت نگاہیں نیچی رکھنے کی توفیق عطافرما۔ آمین بجاہ النبی الامین صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم

یاالٰہی عزوجل رنگ لائیں جب میری بے باکیاں ان کی نیچی نیچی نظروں کی حیاکا ساتھ ہو

(عیون الحکایات حصہ اول ص۳۷۴۔۳۸۱)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

مال ودولت کا بہترین استعمال

حضرتِ سیِّدُنا ابو حسین احمد بن حسین واعظ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے منقول ہے کہ" ابو عبد اللہ بن ابو موسیٰ ہاشمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کے پاس ایک یتیم بچے کے دس ہزار دینار امانت رکھے گئے، انہیں تنگ دستی نے آلیا اور نوبت فاقوں تک پہنچنے لگی۔ بالآخر مجبور ہو کر امانت رکھی ہوئی رقم اپنے استعمال میں لے آئے۔ جب یتیم بچہ بڑا ہو گیا تو سلطان نے حکم دیا کہ اس کا مال اس کے سپرد کر دیا جائے۔

حضرتِ سیّدُنا ابو موسیٰ ہاشمی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:" جب مجھے یہ حکم ملا تو میں بہت پریشان ہوا، زمین اپنی تمام تر وسعت کے باوجود مجھ پر تنگ ہونے لگی۔ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ میں کہاں جاؤں اور کس طرح رقم کی ادائیگی کروں۔ اسی پریشانی کے عالم میں صبح صبح گھر سے نکلا اور اپنے خچر پر سوار ہو گیا۔ میرا ارادہ تھا کہ میں "کَرْخ" جاؤں شاید کوئی راہ نکل آئے۔ میں بے خیالی کے عالَم میں اپنے خچر پر سوار نہ جانے کس سمت جارہا تھا۔ بالآخر میرا خچر "سَلُوِلیّ" کی سمت جانے والے راستہ پر چلتا ہوا حضرتِ سیّدُنا دَعْلَج بن احمد علیہ رحمۃ اللہ الاحد کی مسجد کے دروازے کے پاس رک گیا۔ میں نیچے اترا اور مسجد میں داخل ہو گیا۔ فجر کی نماز میں نے حضرتِ سیّدُنا دَعْلَج بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ میری طرف آئے، مجھے خوش آمدید کہا اور اپنے گھر لے گئے۔ ہم ابھی بیٹھے ہی تھے کہ ایک لونڈی بہترین دستر خوان لے آئی پھر ہریسہ (یعنی گوشت اور کُوٹی ہوئی گندم ملا کر پکایا ہوا سالن) لے آئی، حضرتِ سیّدُنا دَعْلَج بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: کھائیے! میں نے بُجھے بُجھے دل سے چند لقمے کھائے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے میری یہ حالت دیکھی تو فرمایا: آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہے اور اتنے پریشان کیوں ہیں؟"

میں نے انہیں سارا واقعہ بتا دیا اور کہا:" اب میں پریشان ہوں کہ اتنا مال کہاں سے لاؤں؟" میری روداد سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تسلی دیتے ہوئے فرمایا:" آپ بے فکر ہو کر کھانا کھائیں، آپ کی حاجت پوری کر دی جائے گی۔" پھر انہوں نے میٹھا منگوایا ہم نے مل کر کھانا کھایا پھر ہاتھ دھوئے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی لونڈی سے فرمایا:"فلاں کمرے کا دروازہ کھولو جیسے ہی دروازہ کھلا تو میں یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہاں بہت سے تھیلے اور دیناروں سے بھرے ہوئے کافی سارے ٹوکرے رکھے تھے۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں سے کچھ تھیلے لے آئے میرے سامنے لا کر کھولے تو وہ دیناروں سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر غلام کو حکم دیا کہ ترازو لے آؤ۔ غلام ترازو لے آیا اور دس ہزار دینار وزن کر کے تھیلیوں میں بھر دیئے گئے۔" پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: "رقم لے جائیے اور اپنا قرض ادا کیجئے۔"

میں نے احسان مندانہ انداز میں کہا:" آپ کی یہ رقم مجھ پر قرض ہے۔ میں یہ ضرور واپس کروں گا۔" پھر میں ان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے وہاں سے چلا آیا۔ گھر پہنچ کر سبز عمدہ چادر اوڑھی، خچر پر سوار ہوا اور بادشاہ کے دربار پہنچ کر بڑے پُر وقار انداز میں کہا: "میرے متعلق لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی کہ میں یتیم

کامال کھا کر بھاگ گیا ہوں۔ یہ دیکھئے! یہ سارا مال حاضرِ خدمت ہے۔" یہ دیکھ کر بادشاہ نے قاضی، گواہ اور تمام ریکارڈ طلب کئے۔ پھر تمام مال اس یتیم کو ادا کر دیا۔ پھر میری تعریف کرتے ہوئے شکریہ ادا کیا اور مجھے گھر آنے کی اجازت دے دی۔

جب میں گھر پہنچا تو ایک رئیس زادے نے مجھے بلایا اور کہا: " میں اپنی زمین تجھے ٹھیکے پر دیتا ہوں، اس سے جو فصل ہو گی ہم ایک مقررہ مقدار میں آپس میں تقسیم کر لیں گے۔ کیا تم راضی ہو؟" میں نے ہاں کر دی اور زمین کی دیکھ بھال کرنے لگا۔ ایک سال پورا ہوا تو میں نے فصل اس کے حوالے کر دی اسے اس سال کافی نفع ہوا، میں نے تین سال کے لئے اس کی زمین لی تھی، تین سال بعد جب میں نے حساب لگایا تو میرے حصے میں تیس ہزار دینار آئے۔ میں نے دس ہزار دینار لئے اور حضرتِ سیّدُنا دَعْلَج بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی طرف چل دیا۔ صبح کی نماز ان کی اقتداء میں ادا کی۔ نماز کے بعد وہ مجھے اپنے گھر لے گئے۔ دستر خوان بچھایا گیا اور ہمارے سامنے "ہریسہ" رکھ دیا گیا۔ میں نے اطمینان اور خوش دلی سے کھانا کھایا۔ جب فراغت پا چکے تو حضرتِ دَعْلَج بن احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: " آپ کا **کیا حال ہے** اور کیا خبر ہے؟" میں نے کہا: " اللہ عَزَّوَجَلَّ کے فضل و کرم اور آپ کے تعاون سے میں نے تمام قرضہ اتار دیا اور اس وقت میری ملکیت میں تیس ہزار دینار ہیں۔ جو دس ہزار دینار میں نے آپ سے قرض لئے تھے وہ واپس کرنے آیا ہوں۔"

یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا: " سُبْحَانَ اللہ عَزَّوَجَلَّ! اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! جس وقت میں نے رقم دی تھی تو اس نیت سے نہ دی تھی کہ واپس لوں گا۔ جائیے! اور یہ تمام رقم اپنے بچوں پر خرچ کیجئے۔" میں نے حیران ہو کر پوچھا: "اے شیخ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! آخر اتنا مال آپ کے پاس کہاں سے آیا کہ آپ دس ہزار دینار مجھے ہدیہ دے رہے ہیں؟" فرمایا: "بات دراصل یہ ہے کہ میں نے چھوٹی عمر میں ہی قرآنِ کریم حفظ کر لیا تھا۔ پھر احادیثِ کریمہ یاد کیں۔ اس طرح میں مشہور ہو گیا، پھر مجھے ایک بہت مال دار بحری تاجر ملا۔ اس نے مجھ سے پوچھا: "کیا تم ہی دَعْلَج بن احمد ہو؟"

میں نے کہا: " ہاں۔" تو وہ کہنے لگا: " میں چاہتا ہوں کہ اپنا مال تمہیں دوں تاکہ تم اس کے ذریعے تجارت کرو۔ اللہ رب العزت ہمیں جو بھی نفع دے گا وہ ہم دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہو گا۔ پھر میرے مال سے مزید تجارت کرتے رہنا۔" پھر اس نے ہزار ہزار درہم کی تھیلیاں دیتے ہوئے کہا: " یہ سارا مال

اپنے پاس رکھو اور تجارت شروع کر دو۔ اور یہ مزید کچھ رقم رکھو۔ جہاں تم دیکھو کہ خرچ کرنا مناسب ہے بلا جھجک خرچ کرنا اور جو تمہیں مستحق نظر آئے اسے دے دینا۔ چنانچہ میں نے تجارت شروع کر دی جتنا نفع ہوتا میں اس میں سے نصف اسے بھجوا دیتا اور وہ اتنا ہی مال مزید اس میں شامل کر کے واپس میری طرف بھیج دیتا۔ اسی طرح کئی سال گزر گئے۔ معاہدے کا آخری سال آیا تو وہ تاجر میرے پاس آیا اور کہا: میں اکثر سمندری سفر میں رہتا ہوں۔ بے شک مجھے بھی موت آنی ہے جو وقت اللہ عزوجل نے مقرر کیا ہے وہ ضرور مجھ پر بھی آئے گا۔ یہ سارا مال تم رکھ لو، اس میں سے صدقہ کرو، مساجد بناؤ اور خیر کے کاموں میں خرچ کرو۔ اتنا کہا اور بے انتہا مال چھوڑ کر واپس چلا گیا۔ بس اس طرح میرے پاس یہ سارا مال آیا اور میں اسے ایسے ہی نیک کاموں میں خرچ کرتا ہوں۔ سارا واقعہ سنانے کے بعد حضرت سیدنا دعلج بن احمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا اے موسیٰ! جب تک میں زندہ ہوں تب تک یہ بات کسی کو نہ بتانا۔ (عیون الحکایات حصہ دوم ص ۵۱۔۵۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

دو عظیم بزرگ

حضرتِ سیِّدُنا حُذَیْفَہ مَرْعَشِی علیہ رحمۃ اللہ القوی سے مروی ہے کہ "جب حضرتِ سیِّدُنا شَقِیْق بَلْخِی علیہ رحمۃ اللہ القوی مکۂ مکرمہ زَادَھَا اللہُ شَرَفًا وَّتَعْظِیْمًا آئے تو حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم بھی وہاں موجود تھے، دونوں عظیم بزرگ مسجدِ حرام میں جمع ہوئے۔ حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے حضرتِ سیِّدُنا شَقِیْق بَلْخِی علیہ رحمہ اللہ القوی سے پوچھا: "رزق کے معاملے میں تمہارا **کیا حال ہے؟**" فرمایا: "جب کھانے کو مل جاتا ہے تو کھا لیتے ہیں، اگر نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔" حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن اَدْہَم علیہ رحمۃ اللہ الاعظم نے فرمایا: "یہ حال تو ہمارے بَلْخ کے کتوں کا ہے کہ جب کھانے کو مل جائے تو کھا لیتے ہیں اور نہ ملے تو صبر کرتے ہیں۔" پھر حضرتِ سیِّدُنا شَقِیْق بَلْخِی علیہ رحمہ اللہ القوی نے پوچھا، "اچھا، آپ کی اس معاملے میں عادت کیا ہے؟" فرمایا: "ہمارا تو حال یہ ہے کہ کوئی چیز کھانے کو ملے تو صدقہ کر دیتے ہیں اور جب بھوکے رہتے ہیں تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کی تعریف بجالاتے اور شکر ادا کرتے ہیں۔" جب حضرتِ سیِّدُنا شَقِیْق بَلْخِی علیہ رحمہ اللہ القوی نے یہ سنا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے سامنے بیٹھ گئے اور کہا: "اے ابو اِسحاق علیہ رحمۃ اللہ الرزّاق! آج سے آپ ہمارے اُستاذ ہیں۔" (عیون الحکایات حصہ دوم ص ۸۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اُڑتا ہوا دستر خوان

حضرتِ سیِّدُنا یوسف بن حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے مروی ہے کہ میں نے حضرتِ سیِّدُنا ذُوالنُّون مِصرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی کو یہ فرماتے ہوئے سنا:" میں ملکِ شام کے پہاڑی علاقوں میں تھا۔ وہاں چند ایسے لوگوں کو دیکھا جنہوں نے اُونی چوغے پہنے ہوئے تھے، ہر ایک کے ہاتھ میں پانی پینے کا ڈول اور لاٹھی تھی۔ انہوں نے مجھے دیکھا تو کہنے لگے: آؤ، ابو فیض ذُوالنُّون مِصرِی کی طرف چلتے ہیں۔ وہ میرے پاس آئے اور سلام کیا: میں نے جواب دیا اور پوچھا:" تم کہاں سے آئے ہو؟" ایک نے جواب دیا:"ہم الفت و محبت کے باغات سے آئے ہیں۔" میں نے پوچھا: "کس کی مدد سے تم یہاں پہنچے؟" کہا:"اس پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی مدد سے جو بہت زیادہ عطا فرمانے والا ہے۔"

میں نے پوچھا:"تم وہاں کیا کرتے ہو؟" دوسرے شخص نے کہا:" ہم وہاں وجد کے پیالوں سے اُلفت و محبت کے جام پیتے ہیں۔"میں نے کہا:" آخر وہ کون ہے جو اس معاملے میں تمہاری مدد کرتا ہے؟"کہا:" دلوں کو بزرگی بخشنے والی، محبوب کی ہمدردی پیدا کرنے والی، خالص کوشش اور انتہائی اشکباری اس معاملے میں ہماری مددگار ہے۔ جب ہم محبت کا جام پی لیتے ہیں تو اس کے سبب غفلت کے اندھیرے ہم سے دور ہو جاتے اور ابرِ رحمت ہم پر چھما چھم برستے ہیں۔"پھر وہ آپس میں کہنے لگے: "یہ ذُوالنُّون مِصرِی علیہ رحمۃ اللہ القوی ہیں جو اُلفت و محبت کے بارے میں بہترین کلام کرنے والے ہیں۔" وہ لوگ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ بہت تیز ہوا چلی، میں نے دیکھا کہ ہوا اپنے ساتھ ایک بڑا دستر خوان لے کر آئی جس پر انواع و اقسام کے کھانے بہت سلیقے سے رکھے ہوئے تھے۔ وہ دستر خوان ہمارے سامنے آکر بچھ گیا۔ میں نے کہا:" پاک ہے وہ پروردگار عَزَّوَجَلَّ جو اپنے اولیاء کی ضیافت کرنے والا اور ان پر کرم فرمانے والا ہے۔" پھر وہ لوگ مجھ سے کہنے لگے: " اے ذُوالنُّون! تم تو اللہ عَزَّوَجَلَّ کے ولی ہو۔"

میں نے کہا:" میں اپنے آپ کو اس قابل نہیں سمجھتا کہ درجۂ وِلایت مجھے مل جائے۔" یہ سن کر انہوں نے مجھے بڑی گہری نظروں سے دیکھا۔ میں نے کہا:" مجھے نصیحت کرو اور میرے لئے خصوصی دعا کرو۔ ابھی ہم یہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ پہاڑ سے کچھ نوجوان ہماری طرف آئے، سلام کیا اور کہا:

" اے ہمارے بھائیو! ناکارہ ذُوالنُّون کا **کیا حال ہے**؟ اس کی خواہشیں پوری ہی نہیں ہوتیں اور نہ وہ اپنی خواہشات سے باز آتا ہے۔" اتنا کہہ کر وہ سب دستر خوان کے گرد بیٹھ گئے اور کھانا شروع کر دیا۔ دوسرے لوگ بھی ان نوجوانوں کے ساتھ بیٹھ کر کھانا کھانے لگے، لیکن مجھے کسی نے بھی نہ بلایا، پھر ان نوجوانوں نے مجھ سے کہا: "اے ذُوالنُّون مِصرِی! اگر تم کمزور یقین والے ہو تو حق کی محافل میں حاضر کیوں نہیں ہوتے؟ اور اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی صحبت میں کیوں نہیں بیٹھتے۔" کھانا کھا کر وہ سب تو چلے گئے لیکن میں حیران ومتعجب وہیں کھڑا رہا۔ (عیون الحکایات حصہ دوم ص۸۶۔۸۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

تین قبروں کا عجیب وغریب واقعہ

حضرتِ سیِّدُنا عبید اللہ بن صَدَقَہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے والد کے حوالے سے بیان فرماتے ہیں: "ایک دفعہ میں اَنْطابُلُس میں تھا وہاں میں نے تین قبریں دیکھیں جو کافی اونچی جگہ پر بنی ہوئی تھیں۔ قریب گیا تو ایک قبر پر یہ اشعار لکھے ہوئے تھے:

وَکَیْفَ یَلَذُّ الْعَیْشَ مَنْ ھُوَعَالِمٌ بِاَنَّ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَابُدَّ سَائِلُہُ

فَیَاْخُذُ مِنْہُ ظُلْمَہُ وَیَجْزِیْہِ بِالْخَیْرِ الَّذِیْ ھُوَفَاعِلُہُ

ترجمہ: وہ زندگی کا مزا کیسے پاسکتا ہے جو جانتا ہے کہ خالقِ کائنات عَزَّوَجَلَّ اس سے پوچھ گچھ کرنے والا اور اس کے اچھے برے اعمال کا بدلہ دینے والا ہے۔

دوسری قبر پر یہ اشعار درج تھے:

وَکَیْفَ یَلَذُّ الْعَیْشَ مَنْ کَانَ مُوْقِنًا بِاَنَّ الْمَنَایَا بَغْتَۃً سَتُعَاجِلُہُ

فَتَسْلُبُہُ مُلْکًا عَظِیْمًا وَنَخْوَۃً وَتُسْکِنُہُ الْبَیْتَ الَّذِیْ ھُوَ آھِلُہُ

ترجمہ: وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پاسکتا ہے جسے پختہ یقین ہو کہ موت اس کو جلد ہی آدبوچے گی، اس کی سلطنت وتکبر چھین لے گی اور اس کو اندھیری کوٹھڑی میں ڈال دے گی۔

تیسری پر یہ اشعار درج تھے:

وَکَیْفَ یَلَذُّ الْعَیْشَ مَنْ کَانَ صَائِرًا اِلٰی جَدَثٍ تُبْلِی الشَّبَابَ مَنَاھلُہُ

وَیَذْھَبُ رَسْمُ الْوَجْہِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِہٖ   سَرِیْعًا وَّیُبْلِیْ جِسْمَہٗ وَمُفَاصِلَہٗ

ترجمہ: وہ شخص زندگی کا مزا کیسے پا سکتا ہے جو ایسی قبر کا مکین بننے والا ہو جو اس کے حسن و شباب کو خاک میں ملا دے گی، اس کے چہرے کی چمک دمک ختم کر دے گی اور اس کا جوڑ جوڑ علیحدہ کر دے گی۔

یہ قبریں دیکھ کر میں بستی کی طرف آیا تو ایک ضعیفُ العمر شخص سے ملاقات ہوئی۔ میں نے اسے کہا: "میں نے تمہاری بستی میں ایک عجیب بات دیکھی ہے۔" اس نے پوچھا: "کون سی بات؟" میں نے اسے قبروں کا معاملہ بتایا تو اس نے کہا: "ان کا واقعہ انتہائی عجیب و غریب ہے۔" میں نے کہا: "اگر واقعی ایسی بات ہے تو مجھے بتاؤ کہ یہ تین قبریں کن کی ہیں اور ان پر یہ اشعار لکھنے کی کیا وجہ ہے؟" یہ سن کر بوڑھے نے کہا: "اس علاقے میں تین بھائی رہتے تھے، ایک بھائی کو بادشاہ نے شہروں اور فوجی لشکروں پر امیر مقرر کر رکھا تھا اور وہ بڑا ظالم و سفّاک تھا۔ دوسرا نیک دل تاجر تھا، جب بھی کوئی پریشان حال غریب اس سے مدد طلب کرتا تو وہ اس کی مدد کرتا۔ جبکہ تیسرا بھائی عابد و زاہد تھا اس نے دنیوی مشاغل چھوڑ کر عبادت و ریاضت اختیار کر لی تھی۔ جب عابد کی وفات کا وقت قریب آیا تو دونوں بھائیوں نے کہا: "پیارے بھائی! آپ ہمیں کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے؟" عابد نے کہا: "خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! میرے پاس نہ تو مال ہے، نہ ہی میرا کسی پر قرض ہے، نہ ہی کوئی دنیوی مال چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کے ضائع ہونے کا مجھے اندیشہ ہو، اب تم ہی بتاؤ کہ میں کس چیز کی وصیت کروں؟"

یہ سن کر اس کے حاکم بھائی نے کہا: "اے میرے بھائی! میرا مال آپ کے سامنے موجود ہے، آپ جو بھی حکم فرمائیں گے میں اسے پورا کروں گا۔" پھر اس کے تاجر بھائی نے کہا: "اے میرے بھائی! آپ میری تجارت اور مالِ تجارت سے خوب واقف ہیں، میرے پاس مال کی فراوانی ہے، اگر کوئی ایسا عمل رہ گیا ہو جو صرف مال و دولت خرچ کر کے ہی پورا کیا جا سکتا ہے اور آپ وہ نیک عمل نہیں پاتے تو میرا تمام مال آپ کی خدمت میں حاضر ہے، آپ جو حکم فرمائیں گے میں پورا کروں گا۔"

عابد نے کہا: "اے میرے بھائیو! مجھے تمہارے مال کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہاں! میں تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں، اگر ہو سکے تو اسے پورا کر دینا، اس میں کوتاہی نہ کرنا۔" دونوں نے کہا: " آپ جو چاہیں عہد لیں ہم آپ کی ہر خواہش پوری کریں گے۔" عابد نے کہا: "جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد مجھے کسی اونچی جگہ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَکَیْفَ یَلُذُّ الْعَیْشَ مَنْ ھُوَعَالِمٌ بِاَنَّ اِلٰہَ الْخَلْقِ لَابُدَّ سَائِلُہُ

فَیَاْخُذُ مِنْہُ ظُلْمَہُ وَیَجْزِیْہِ بِالْخَیْرِالَّذِیْ ھُوَفَاعِلُہُ

یہ اشعار لکھ کر تم دونوں میری قبر کی زیارت کے لئے روزانہ آتے رہنا،شاید! تمہیں نصیحت حاصل ہو۔"جب عابد کا انتقال ہو گیا تو حسبِ وصیت اس کی قبر پر مندرجہ بالا اشعار لکھ دیئے گئے۔اس کا حاکم بھائی اپنے لشکر کے ساتھ دو دن تک اس کی قبر پر آیا اور اشعار پڑھ کر روتا رہا۔تیسرے دن بھی کافی دیر تک روتا رہا،جب واپس جانے لگا تو اس نے قبر کے اندر سے ایک خوفناک دھماکے کی آواز سنی، قریب تھا کہ اس کا دل پھٹ جاتا۔خوف کے مارے وہ سر پر پاؤں رکھ کر بھاگا اور گھر پہنچ کر دَم لیا۔وہ بہت زیادہ غمگین وخوف زدہ تھا۔رات کو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا:"اے میرے بھائی !تمہاری قبر سے جو آواز میں نے سنی وہ کس چیز کی تھی"؟کہا:"یہ جہنمی ہتھوڑے کی آواز تھی جو میری قبر میں مارا گیا اور مجھ سے کہا گیا: "تو نے ایک مظلوم کو دیکھا اور باوجودِ قدرت اس کی مدد نہ کی،یہ اس کی سزا ہے۔"یہ خواب دیکھ کر اس نے وہ رات بڑی بے چینی میں گزاری۔صبح اپنے تاجر بھائی اور دوسرے عزیزوں کو بلا کر کہا: "اے میرے بھائی!ہمارے عابد بھائی نے اپنی قبر پر عبرت آموز اشعار لکھوا کر ہمیں بہت اچھی نصیحت کی،میں تم سب کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ اب میں تمہارے درمیان نہیں رہوں گا۔" پھر اس نے اَمارت وحکومت چھوڑی اور پہاڑوں اور جنگلوں میں جا کر عبادت وریاضت میں مشغول ہو گیا۔جب خلیفہ عبدالملک بن مَرْوان کو اطلاع ملی تو اس نے کہا: "اسے اس کی حالت پر چھوڑ دو۔" جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو چند چرواہوں کے ذریعے اس نے اپنے تاجر بھائی کو بلوا بھیجا۔اس نے آکر کہا: "اے میرے بھائی!آپ مجھے کوئی وصیت کیوں نہیں کرتے۔"اس نے کہا:"میرے پاس مال ودولت نہیں جس کی وصیت کروں،بس میں تو تم سے ایک عہد لینا چاہتا ہوں۔سنو!جب میں مر جاؤں تو مجھے میرے عابد بھائی کے پہلو میں دفنا کر میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَکَیْفَ یَلُذُّ الْعَیْشَ مَنْ کَانَ مُوْقِنًا بِاَنَّ الْمَنَایَا بَغْتَۃً سَتُعَاجِلُہُ

فَتَسْلُبُہُ مُلْکًا عَظِیْمًا وَ نَخْوَۃً وَتُسْکِنُہُ الْبَیْتَ الَّذِیْ ھُوَ آھِلُہُ

یہ اشعار لکھنے کے بعد مسلسل تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعا کرنا شاید اللہ عَزَّوَجَلَّ مجھ پر رحم فرمائے اور مجھے بخش دے۔"یہ کہہ کر اس کا انتقال ہو گیا۔تاجر حسبِ وصیت مسلسل دو دن تک آیا۔جب

تیسرے دن آیا تو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر دعا کرتا رہا اور مسلسل روتا رہا۔ جب واپس جانے کا ارادہ کیا تو اس نے قبر میں دیوار کے گرنے کی آواز سنی ۔ آواز اتنی خطرناک تھی کہ عقل ضائع ہونے کا خطرہ تھا۔ وہ خوف زدہ اور غمگین ہو کر گھر آگیا۔ جب سویا تو خواب میں اپنے بھائی کو دیکھ کر پوچھا: "اے میرے بھائی! آپ ہمارے گھر کیوں نہیں آتے؟"اس نے کہا:"ہم ایسے مقامات پر ہیں کہ کہیں جانے کو جی نہیں چاہتا۔"تاجر نے کہا:"بھائی آپ کا **کیا حال ہے؟**"کہا:"توبہ کی برکت سے ہر خیر و بھلائی نصیب ہوئی ہے۔"میں نے کہا:"میرے عابد بھائی کا **کیا حال ہے؟**" کہا: "وہ ابراروں (یعنی نیک لوگوں) کے ساتھ ہے۔"پوچھا:"آپ کی طرف سے ہمیں کیا نصیحت و حکم ہے؟" کہا: "جو کوئی دنیا میں رہ کر آخرت کے لئے کچھ بھیجے گا اسے وہاں ضرور پائے گا۔ پس تُو اپنے لئے آخرت کا ذخیرہ اکٹھا کر اور موت سے پہلے کچھ اعمالِ صالحہ جمع کرلے۔"

تاجر نے صبح ہوتے ہی دنیا کو خیرباد کہہ کر تمام مال تقسیم کر دیا اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی عبادت کے لئے کمر بستہ ہو گیا۔ اس کا ایک بیٹا تھا جو انتہائی حسین و جمیل اور سمجھ دار تھا۔ اب اس نے تجارت شروع کر دی اور خوب مال دار ہو گیا۔ جب اس کے باپ کی وفات کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے باپ سے کہا: "ابا جان! کیا وجہ ہے کہ آپ مجھے کوئی وصیت نہیں کر رہے؟'' اس نے کہا:"میرے بیٹے! خدا عَزَّوَجَلَّ کی قسم! تیرے باپ کے پاس مال نہیں ہے جس کے متعلق تجھے وصیت کرے۔ہاں! میں تجھ سے ایک عہد لیتا ہوں کہ جب میں مر جاؤں تو مجھے اپنے دونوں چچاؤں کے ساتھ دفنانا اور میری قبر پر یہ اشعار لکھ دینا:

وَكَيْفَ يَلَذُّ الْعَيْشَ مَنْ كَانَ صَائِرًا　　اِلٰى جَدَثٍ تُبْلِى الشَّبَابَ مَنَاهِلُهُ

وَيَذْهَبُ رَسْمُ الْوَجْهِ مِنْ بَعْدِ صَوْتِهٖ　　سَرِيْعًا وَّ يُبْلِىْ جِسْمَهُ وَمُفَاصِلَهُ

اور جب تو تدفین سے فارغ ہو جائے تو کم از کم تین دن تک میری قبر پر آنا اور میرے لئے دعا کرنا۔"

بیٹے نے حسبِ وصیت باپ کو دونوں چچاؤں کے ساتھ دفن کیا اور روزانہ زیارت کے لئے آنے لگا۔ تیسرے دن قبر سے ایک خطرناک آواز سنی تو خوف زدہ و غمگین ہو کر گھر لوٹ آیا۔ جب سویا تو خواب میں اس کا والد کہہ رہا تھا:"اے میرے بیٹے! تم ہمارے پاس بہت کم وقت کے لئے آئے۔ سنو! موت بہت قریب ہے اور آخرت کا سفر بہت کٹھن ہے، جلدی سے سفر آخرت کی تیاری کر لو اور زادِ راہ تیار کر لو۔ بس آخرت کی منزل کی طرف تمہارا کوچ ہونے والا ہے۔ جلد ہی تُم اس فانی دنیا کو چھوڑنے والے ہو، اس دھوکے باز دنیا سے اس طرح دھوکہ نہ

کھانا جیسے تجھ سے پہلے لوگ بڑی بڑی اُمیدیں دل میں لئے یہاں سے چل بسے۔ انہوں نے حشر کے معاملے کو معمولی جانا تو موت کے وقت شدید نادم ہوئے اور گزری ہوئی زندگی پر انہیں بہت افسوس ہوا۔ جب موت منہ کو آ جائے تو اس وقت کی ندامت کوئی فائدہ نہیں دیتی اور اس وقت کا افسوس قیامت کے نقصان سے ہر گز نہ بچائے گا۔ اے میرے بیٹے! جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر! (موت کی تیاری کر لے)۔

راوی کہتے ہیں: "جو بوڑھا مجھے یہ واقعہ بیان کر رہا تھا اس نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: اس نوجوان نے ہمیں اپنا خواب سنایا اور کہا: "معاملہ بالکل ویسا ہی ہے جیسا میرے والد نے بیان کیا، میرا غالب گمان ہے کہ موت نے مجھ پر اپنے پَر پھیلانا شروع کر دیئے ہیں۔'' پھر اس نے اپنا قرض ادا کیا، کاروباری شریکوں سے معاملہ صاف کیا، اپنے دوستوں اور اہلِ قرابت سے معافی مانگی، انہیں سلامتی کی دعا دی، ان سے اپنی سلامتی کی دعا کا وعدہ لیا، پھر سب کو یوں "اَلْوَدَاع" کہنے لگا جیسے کسی بہت بڑے حادثے سے دوچار ہونے والا ہو۔ پھر کہا: "میرے والد نے مجھ سے تین مرتبہ کہا تھا: "جلدی کر، جلدی کر، جلدی کر۔" اگر اس سے مراد تین گھنٹے تھے تو وہ گزر گئے، اگر تین دن مراد ہیں تو میں تین دن بعد ہر گز تمہارے پاس نہ رہ سکوں گا، اگر تین مہینے مراد ہیں تو وہ بہت جلد گزر جائیں گے، اگر تین سال مراد ہیں تو اگرچہ یہ ایک بڑی مدت لگتی ہے لیکن یہ بھی جلد گزر جائے گی، خواہ مجھے پسند ہو یا نہ ہو موت بالآخر ضرور آ کر رہے گی۔ وہ نوجوان یہ کہتا جاتا اور اپنا مال و دولت تقسیم کرتا جاتا۔ جب تین دن مکمل ہوئے تو اس نے اپنے اہلِ خانہ کو اور انہوں نے اسے الوداع کہا۔ پھر قبلہ رُخ لیٹ کر آنکھیں بند کیں، کلمۂ شہادت پڑھا اور اس کی روح دارِ فانی سے دارِ عقبیٰ کی طرف پرواز کر گئی۔ اس کی موت کی خبر سن کر کچھ ہی دیر میں مختلف علاقوں سے لوگ جمع ہو گئے۔ اور آج تک لوگوں کا یہ معمول ہے کہ وہ مختلف شہروں اور علاقوں سے آ آ کر اس کی قبر کی زیارت کرتے اور اسے سلام کرتے ہیں۔"

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو.. اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات حصہ دوم ص ۳۵۷۔۳۶۰)

رعایا کی خبر گیری کا انوکھا واقعہ

حضرتِ سیِّدُنا اَسلم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم فرماتے ہیں: "میں ایک رات امیر المؤمنین، خلیفۃ المسلمین حضرتِ سیِّدُنا عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ تھا۔ آبادی سے باہر آگ کی روشنی نظر آئی، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اے اَسلم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم! شاید وہاں کوئی قافلہ ٹھہرا ہوا ہے، آؤ! وہاں چلتے ہیں، شاید! کسی کو کوئی حاجت ہو۔" وہاں پہنچے تو دیکھا کہ ایک عورت نے آگ روشن کرکے دیگچی چولہے پر رکھی ہوئی ہے اور اس کے قریب ہی چھوٹے چھوٹے بچے بلند آواز سے رو رہے ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: " اے روشنی والو! اَلسَّلَامُ عَلَیْکُم " عورت نے کہا: "خیر و سلامتی کے ساتھ آجاؤ۔" امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قریب جاکر پوچھا: "تمہارا کیا معاملہ ہے؟" عورت نے کہا: " رات اور سردی کی وجہ سے ہم نے آگ روشن کرلی۔" پوچھا: " یہ بچے کیوں رو رہے ہیں؟" کہا: " بھوک کی وجہ سے۔" فرمایا: "اس دیگچی میں کیا ہے؟" عورت نے غمگین ہوکر کہا: " ہمارے پاس کھانے کو کوئی چیز نہیں، مَیں نے دیگچی میں پانی ڈال کر چولہے پر رکھ دی ہے تاکہ اسے دیکھ کر بچوں کو کچھ سکون ملے اور وہ سو جائیں۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ہمارے اور امیر المؤمنین کے درمیان فیصلہ کرنے والا ہے۔ ہمارے خلیفہ حضرتِ عمر کو اللہ عَزَّوَجَلَّ پوچھے گا۔" یہ سن کر آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: " اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندی! عمر کو کیا معلوم! تمہارا **کیا حال ہے؟**" کہا: "وہ ہمارا خلیفہ ہو کر بھی ہم سے بے خبر ہے؟"

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندی! تم یہیں ٹھہرنا، اِنْ شَاءَ اللہ عَزَّوَجَلَّ میں کچھ ہی دیر میں واپس آتا ہوں۔" چنانچہ، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ گودام میں آئے، ایک بوری میں جَو کا آٹا، چربی اور گھی وغیرہ ڈال کر مجھ سے فرمایا: "اے اسلم! یہ بوری میری پیٹھ پر رکھو۔" میں نے کہا: " حضور! غلام حاضر ہے، یہ بوری میں اٹھاؤں گا۔" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میری طرف دیکھ کر فرمایا: "جو کہا جارہا ہے اس پر عمل کرو اور بوری میری پیٹھ پر لاد دو۔" میں نے کہا: " حضور! میں اُٹھالیتا ہوں۔" فرمایا: "کیا قیامت کے دن بھی تو میرا وزن اٹھا کر چلے گا؟ جلدی کر یہ بوری میری پیٹھ پر رکھ دے۔" میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی بوری آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیٹھ پر رکھ دی۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلے اور عورت کے پاس پہنچ کر بوری اُتار کر زمین پر رکھ دی۔ پھر جو کا آٹا، چربی اور دیگر اشیاء ہانڈی میں ڈال کر خود ہی اسے ہلاتے رہے اور خود ہی چولہے میں

پھونک مارتے رہے۔ میں نے دیکھا کہ امتِ مسلمہ کا عظیم خلیفہ، ایک غریب و بے سہارا عورت اور اس کے بچوں کے لئے اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کر رہا ہے۔ اور دُھواں اس کی گھنی داڑھی سے گزر رہا ہے۔ میں حیرت کی تصویر بنے یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ہاتھ سے برتن میں ڈالا اور اسے ٹھنڈا کرتے ہوئے کہا: "زیادہ گرم کھانا بچوں کو نقصان دے گا۔" جب کھانا ٹھنڈا ہو گیا تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "میں تمہیں کھانا ٹھنڈا کر کے دیتا ہوں، اب تم اپنے ننھے منے بچوں کو کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ۔" امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ہاتھوں سے انہیں کھانا دیتے رہے یہاں تک کہ وہ سب سیر ہو گئے۔ پھر عورت نے کہا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھے جزائے خیر عطا فرمائے! تُو امیر المومنین سے زیادہ خلافت کا حق دار ہے" آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: "اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندی! امیر المؤمنین کے بارے میں اچھا کلام کر اور اچھا گمان رکھ۔ تو جب بھی امیر المؤمنین کے پاس آئے گی مجھے وہیں پائے گی میں ضرور تیری سفارش کروں گا۔" عورت کو معلوم نہ تھا کہ امیر المؤمنین اس کے سامنے موجود ہے۔ اس نے پوچھا: " اے نیک دل انسان! اللہ عَزَّوَجَلَّ تجھ پر رحم فرمائے، تو کون ہے؟" وہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دعائیں دیتی رہی اور پوچھتی رہی، لیکن آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے اپنے متعلق کچھ نہ بتایا پھر کچھ دور جا کر چوپایوں کی طرح چار زانوں بیٹھ گئے اور ایسی آوازیں نکالنے لگے کہ بچے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر خوش ہو گئے۔

حضرتِ سیِّدُنا اَسلم علیہ رحمۃ اللہ الاکرم فرماتے ہیں کہ "میں نے امیر المؤمنین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ حالت دیکھی تو متعجب ہو کر کہا: "اے مسلمانوں کے عظیم خلیفہ! آپ کی شان اس سے بہت زیادہ بلند ہے، یہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیسی حالت بنالی ہے؟" فرمایا: "خاموش ہو جاؤ! میں نے ان ننھے مُنّے بچوں کو بھوک سے روتا دیکھا تھا اب مجھے اس وقت تک سکون نہیں ملے گا جب تک انہیں ہنستا نہ دیکھ لوں۔" بچے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب آکر کھیلنے اور ہنسنے لگے، ان کا دل خوش ہو گیا۔ پھر جب وہ سو گئے تو آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا شکر ادا کیا۔ پھر فرمایا: " اے اَسلم! بھوک نے ان بچوں کو رُلا دیا تھا، ان کو روتا دیکھ کر میں نے تہیّہ کر لیا تھا کہ میں اس وقت تک نہ جاؤں گا جب تک انہیں ہنستا نہ دیکھ لوں۔ اب میرے دل کو سکون مل گیا۔ آؤ! واپس چلیں۔"

نہیں خوش بخت محتاجانِ عالم میں کوئی ہم سا ملا تقدیر سے حاجت روا فاروقِ اعظم سا

مراد آئی، مرادیں ملنے کی پیاری گھڑی آئی　　ملا حاجت روا ہم کو درِ سلطانِ عالم سا
تیرے جودو کرم کا کوئی اندازہ کرے کیوں کر　　تیرا اِک اِک گدا فیض وسخاوت میں ہے حاتم سا

پیارے اسلامی بھائیو! اسلام اور اس کے ماننے والے سب سے اعلیٰ ہیں، روئے زمین پر خیر خواہی کی ایسی عظیم مثال اسلام کے علاوہ اور کسی مذہب میں ہر گز نہ ملے گی۔ مسلمانوں کے علاوہ کائنات میں ایسا تاریخی واقعہ کہیں نہ ملے گا کہ بادشاہ ہو کر خود ہی اپنی کمر پر بوری لادے اور پھر ایک غریب عورت اور اس کے بچوں کی دل جوئی کے لئے اپنے آپ کو ان کے لئے سواری بنائے۔ یہ سب خوبیاں صرف اور صرف مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ دین اسلام ہی ایسی عاجزی وتواضع اور عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے۔ یہ سب نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرؤَر، دوجہاں کے تاجوَر، سلطانِ بحَر وبرَ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم کی تعلیم وتربیت کا نتیجہ ہے کہ گلشنِ اسلام میں خلفاء راشدین جیسے گلِ بے مثال کھلے، جنہوں نے اپنی خوشبو سے سارے عالم کو مہکا دیا۔

(اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ان پر کروڑہا کروڑ رحمت ہو اور ان کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات حصہ دوم ص۳۷۷۔۳۷۹)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

انوکھی قناعت

حضرتِ سیِّدُنا ابراہیم بن شَیِبُب علیہ رحمۃ اللہ الحسیب کا بیان ہے: " ہر جمعہ کو ہمارا علم کا مَدَنی مذاکرہ ہوا کرتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک شخص نے ہماری محفل میں کوئی مسئلہ پوچھا۔ ہم اس بارے میں بحث کرتے رہے لیکن جواب نہ دے سکے۔ اگلے جمعہ وہ پھر آیا تو ہم نے جواب بتایا اور اس کی رہائش گاہ کے بارے میں پوچھا۔ اس نے کہا: "میں "حَرْبِیَّہ "میں رہتا ہوں۔" ہم نے کہا: " تمہاری کُنیَت کیا ہے ؟" کہا: " ابو عبداللہ۔" ہمیں اس کے ساتھ بیٹھنے سے خوشی ہوتی۔ وہ ہر جمعہ ہماری محفلِ فقہ میں شرکت کرتا، اس کا آنا ہمیں بہت اچھا لگتا۔ پھر اچانک اس نے آنا چھوڑ دیا، اس طرح اچانک غیر حاضری کی وجہ سے ہم پریشان ہوگئے۔ ہم نے مشورہ کیا کہ ہمارا ایک رفیق ہم سے جدا ہو گیا ہے اس کے بارے میں ضرور معلومات کرنی چاہے، کیا معلوم اسے کوئی بڑی پریشانی لاحق ہو گئی ہو؟ اگلی صبح ہم "حَرْبِیَّہ "گئے اور بچوں سے پوچھا: "کیا تم "ابو عبد اللہ "کو جانتے ہو ؟" بچوں نے کہا: "

شاید! آپ ابو عبد اللہ شکاری کے متعلق پوچھ رہے ہو؟" ہم نے کہا:" ہاں! ہم اسی کے متعلق پوچھ رہے ہیں۔" کہا:" بس وہ آنے والے ہیں، آپ یہیں انتظار فرمائیں۔"

ہم وہیں ٹھہر گئے، کچھ دیر بعد ہم نے دیکھا کہ ایک موٹے کپڑے کا تہبند باندھے ایک چادر کندھوں پر اوڑھے وہ ہماری جانب چلا آرہا تھا۔ اس کے پاس کچھ ذبح کئے ہوئے اور کچھ زندہ پرندے تھے۔ وہ مسکراتا ہوا ہمارے پاس آیا اور پوچھا:"خیرت تو ہے آج اس طرف کیسے آنا ہوا؟" ہم نے کہا: " تم ہمارے دوست تھے کئی دنوں تک مسلسل ہمارے پاس علمِ دین سیکھنے آتے رہے، اب کچھ دنوں سے تم نہیں آرہے، اس کی وجہ کیا ہے؟" کہا:"میں آپ لوگوں کو سچ سچ بتاتا ہوں، میں جو کپڑے پہن کر آپ کی محفل میں حاضر ہوتا تھا وہ میرے ایک دوست کے تھے، جو مسافر تھا۔ جب وہ اپنے وطن واپس چلا گیا تو میرے پاس دوسرے کپڑے نہ تھے جنہیں پہن کر آپ کے پاس آتا، میرے نہ آنے کی وجہ یہی ہے، اچھا! ان باتوں کو چھوڑیں یہ بتایئے، آپ کیا پسند فرمائیں گے، میرے ساتھ گھر چلیں اور اس رزق سے کھائیں جو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے ہمیں عطا فرمایا ہے۔" ہم نے کہا:" ٹھیک ہے! ہم چلتے ہیں۔"پس ہم اس کے ساتھ چل دیئے، اس نے ایک مکان کے قریب رک کر سلام کیا اور اندر داخل ہو گیا۔ کچھ دیر بعد ہمیں اندر بلا کر بوریوں سے بنی ہوئی ایک چٹائی پر بٹھایا۔ ذبح کئے ہوئے پرندے اپنی زوجہ کے حوالے کئے، زندہ پرندے بازار لے جا کر بیچے اور ان سے ملنے والی رقم سے روٹیاں خرید لایا، اتنی دیر میں اس کی زوجہ سالن تیار کر چکی تھی۔ اس نے روٹی اور پرندوں کا گوشت ہمارے سامنے رکھتے ہوئے کہا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کا نام لے کر کھایئے۔"

ہم نے کھانا کھاتے ہوئے آپس میں کہا:"دیکھو! ہمارے اس دوست کی معاشی حالت کیسی ہے! ہمارا شمار بصرہ کے معززین میں ہوتا ہے، افسوس! ہمارے ہوتے ہوئے اس کی یہ حالت!" یہ سن کر ہمارے ایک دوست نے کہا: "پانچ سو(500) درہم میرے ذمہ ہیں۔"دوسرے نے کہا:" تین سو(300) درہم میں دوں گا۔" اس طرح ہم سب نے حسبِ حیثیت درہم دینے اور دوسرے اہلِ ثروت سے دِلوانے کی نیتیں کیں۔ جب حساب کیا تو تقریباً پانچ ہزار(5000) درہم ہو چکے تھے۔ ہم نے کہا: "ہم یہ ساری رقم اکٹھی کر کے اپنے اس دوست کی خدمت کریں گے۔"

چنانچہ، ہم اپنے میزبان کا شکریہ ادا کر کے شہر کی جانب چل دیئے۔ جب ہم کھجور سکھانے کے میدان کے قریب سے گزرے تو بصرہ کے امیر محمد بن سلمان نے اپنا ایک غلام بھیج کر مجھے بلوایا۔ مَیں اس کے پاس پہنچا تو اس نے ہمارا حال پوچھا۔ میں نے سارا واقعہ کہہ سنایا اور بتایا کہ ہم اس غریب دوست کی امداد کرنا چاہتے ہیں۔ امیر بصرہ محمد بن سلمان نے کہا: " میں تم سے زیادہ نیکی کرنے کا حق دار ہوں۔" پھر اس نے دراہم سے بھری تھیلیاں منگوائیں اور ایک غلام سے کہا: " یہ ساری تھیلیاں اٹھا لو اور جہاں رکھنے کا حکم دیا جائے، وہاں رکھ کر آجانا۔" میں بہت خوش ہوا اپنے دوست ابو عبد اللہ کے مکان پر پہنچ کر دستک دی، دروازہ خود ابو عبد اللہ نے کھولا۔ غلام اور رقم کی تھیلیاں دیکھ کر اس نے میری طرف یوں دیکھا جیسے میں نے اس پر بہت بڑی مصیبت توڑ دی ہو۔ اس کا انداز ہی بدل چکا تھا۔ وہ مجھ سے کہنے لگا:"یہ سب کیا ہے ؟ کیا تم مجھے مال کے فتنے میں ڈالنا چاہتے ہو ؟"میں نے کہا: " اے ابو عبد اللہ !ذرا ٹھہرو! میں تمہیں سب بات بتاتا ہوں۔" یہ کہہ کر میں نے اسے ساری بات بتائی اور یہ بھی بتایا کہ یہ مال بصرہ کے امیر محمد بن سلمان نے بھجوایا ہے۔ بس یہ سننا تھا کہ وہ مجھ پر بہت غضبناک ہوا اور گھر میں داخل ہو کر دروازہ بند کر دیا، میں باہر بے چینی کے عالم میں ٹہلتا رہا، سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ امیرِ بصرہ کو کیا جواب دوں۔ بالآخر یہی فیصلہ کیا کہ سچ ہی میں نجات ہے اور مجھے سب کچھ سچ سچ بیان کر دینا چاہیے۔ یہی سوچ کر میں امیرِ بصرہ کے پاس آیا اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ میری بات سن کر امیر بصرہ غصے سے کانپتا ہوا بولا: " میرے حکم کی نافرمانی کی گئی۔ اے غلام! جلدی سے تلوار لاؤ۔" غلام تلوار لے کر حاضر ہوا تو امیر نے مجھ سے کہا: "اس غلام کا ہاتھ پکڑ کر اس شخص کے پاس لے جاؤ، جب وہ باہر آئے تو اس کی گردن اُڑا دو اور سر ہمارے پاس لے آؤ۔" میں یہ حکمِ شاہی سن کر بڑا پریشان ہوا، لیکن مجبور تھا، انکار نہ کر سکا، میں بادِل نخواستہ (یعنی نہ چاہتے ہوئے) واپس آیا اور دروازے پر پہنچ کر سلام کیا۔ اس کی زوجہ نے روتے ہوئے دروازہ کھولا اور ایک جانب ہٹ کر مجھے اندر بلا لیا۔ میں نے گھر میں داخل ہو کر پوچھا:"تمہارا اور ابو عبد اللہ کا **کیا حال ہے ؟**" کہا:" آپ سے ملاقات کے بعد اس نے کنوئیں سے پانی نکال کر وضو کیا اور نماز پڑھی۔ پھر میں نے اس کی یہ آواز سنی:

"اے میرے پروردگار عَزَّوَجَلَّ !اب مجھے مہلت نہ دے اور اپنی بارگاہ میں بلا لے۔" یہ کہتے ہوئے وہ زمین پر لیٹ گیا، میں قریب پہنچی تو اس کی روح عالَمِ بالا کی طرف پرواز کر چکی تھی، یہ دیکھیں اب گھر میں اس کا

بے جان جسم پڑا ہوا ہے۔ میں نے دیکھا تو واقعی ایک جانب اس کی میت رکھی ہوئی تھی۔ میں نے اس کی زوجہ سے کہا: " اے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بندی! ہمارا قصہ بہت عجیب ہے۔ یہ کہہ کر میں امیر بصرہ محمد بن سلمان کے پاس آیا اور ساری بات بتائی۔" اس نے کہا: " میں اس کی نماز جنازہ ضرور پڑھوں گا۔" کچھ دیر بعد اس کی موت کی خبر پورے بصرہ میں پھیل گئی۔ امیر بصرہ اور دوسرے بے شمار لوگوں نے اس کے جنازہ میں شرکت کی۔

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو.. اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم)

(عیون الحکایات حصہ دوم ص ۳۸۲۔۳۸۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی علمی جلالت و شان محتاج بیان نہیں آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے فضائل و کمالات کے ذکر جمیل سے تاریخ کے صفحات مالا مال ہیں۔ مفصل احوال ہماری کتاب" اولیاء رجال الحدیث" میں پڑھیں۔ امام مزنی کا بیان ہے کہ میں حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرض الموت میں ان کی عیادت کے لیے حاضر ہوا اور میں نے دریافت کیا کہ اے ابوعبد اللہ! رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ آپ کا **کیا حال ہے**؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مجھ سے فرمایا کہ اے مزنی! سنو میرا اس وقت یہ حال ہے کہ" میں دنیا سے جا رہا ہوں اور دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں اور اپنے برے اعمال سے ملاقات کرنے والا ہوں اور موت کا پیالہ پینے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت میں جانے والی ہے تاکہ میں اس کو مبارکباد دوں یا جہنم میں جانے والی ہے تاکہ میں اس کی تعزیت کروں۔" پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ان اشعار کو نہایت ہی لرزہ خیز اور پر درد آواز میں پڑھنے لگے کہ

وَلَمَّا قسی قلبی وضَاقت مذاھبی　　　جَعَلْتُ رِجَائی نحوعفوك سلما

ترجمہ: اور جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے۔ تو میں نے اپنی امید کو تیرے عفو کی جانب سیڑھی بنالیا۔

تَعَاظمنی ذنبی فلما قرنته　　　بعفوك ربی کان عفوك اعظما

ترجمہ: مجھے اپنا گناہ بڑا معلوم ہوا لیکن جب میں نے۔ تیرے عفو سے اس کا موازنہ کیا تو تیرا عفو بڑا نکلا۔

فما زلت ذا عفو عن الذنب لم تزل تجود و تعفو منة و تکرما

ترجمہ: تو نے ہمیشہ گناہوں کو معاف کیا اور ہمیشہ۔ انعام و اکرامات کئے اور معافی سے نوازتا رہا

مذکورہ بالا تقریر و اشعار کے بعد ہی آپ کا انتقالِ پُر ملال ہو گیا۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت، الباب الخامس، بیان أقاویل جماعۃ من خصوص الصالحین من التابعین، ج۵، ص۲۳۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی تمنا تھی کہ کاش! میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کبھی خواب میں دیکھ لیتا۔ تو ایک سال کے بعد میں نے ان کو خواب میں دیکھا کہ وہ اپنی پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے میرے سامنے تشریف لائے تو میں نے پوچھا کہ اے امیر المومنین! رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کا **کیا حال ہے؟** تو فرمایا کہ میں نے ابھی ابھی حساب سے فرصت پائی ہے اور اگر میں نے اپنے رب عزوجل کو رء وف ورحیم نہ پایا ہوتا تو میرے قدم ڈگمگا جاتے۔

(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الثامن، بیان منامات تکشف عن احوال الموتی والاعمال النافعۃ فی الآخرۃ، ج۵، ص۲۶۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حضرت صالح بن مبشر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا تو ان سے کہا کہ دنیا میں تو آپ بہت غمگین رہا کرتے تھے اب **کیا حال ہے؟** تو انہوں نے فرمایا کہ یہاں آکر مجھے بڑی راحت اور دائمی خوشی نصیب ہوئی ہے پھر میں نے پوچھا کہ آپ کس درجے میں ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ مِّنَ النَّبِیّٖنَ وَ الصِّدِّیْقِیْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِیْنَۚ

ترجمۂ کنز الایمان: ان کا ساتھ ملے گا جن پر اللہ نے فضل کیا یعنی انبیا اور صدیق اور شہید اور نیک لوگ۔ (پ۵، النسآء:۶۹)

حضرت عطاء سلمی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بلند مرتبہ محدث اور بہت نامور اولیاء کرام میں سے ہیں۔
(احیاء علوم الدین، کتاب ذکر الموت ومابعدہ، الباب الثامن، بیان منامات المشائخ، ج۵، ص۲۶۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

ایک شخص نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا **کیا حال ہے**؟ تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ ایک قوم کشتی پر سمندر میں سوار ہوئی اور جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو کشتی ٹوٹ گئی اور ہر آدمی ایک تختہ سے چمٹا ہوا بہنے لگا تو بتاؤ کہ اس قوم کا کیا حال ہو گا؟ تو اس نے کہا کہ یہ لوگ بے حد خوف ناک حال میں انتہائی مبہوت و حیران ہوں گے تو حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے فرمایا کہ میرا حال اس قوم سے بھی زیادہ خوف ناک و حیران کن ہے۔ (احیاء العلوم ج۴ ص۱۶۲)

اللہ اکبر! یہ ہے علم و عمل کے پہاڑوں اور آسمان ولایت کے چمکتے تاروں کا حال کہ یہ مقدس بندگانِ خدا اپنے علم و عمل کی عظمت کے باوجود کس حالت میں رہتے تھے اور خوفِ خداوندی عزوجل کے جذبات سے مغلوب ہو کر کیا کیا اور کیسے کیسے دل ہلا دینے والے کلمات بولا کرتے تھے! ہم بے علم و بے عمل غافل انسانوں کے لیے ان مقدس بزرگوں کا حال بہت ہی عبرت انگیز و نصیحت آموز ہے۔ واللہ تعالیٰ ھوالموفق

یاالٰہی! جب بہیں آنکھیں حساب جرم میں — اُن تبسم ریز ہونٹوں کی دعا کا ساتھ ہو
یاالٰہی! جب حسابِ خندۂ بے جا رُلائے — چشم گریانِ شفیع مُرتجیٰ کا ساتھ ہو
یاالٰہی! رنگ لائیں جب مری بے باکیاں — اُن کی نیچی نیچی نظروں کی حیا کا ساتھ ہو

(حدائقِ بخشش)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اَصحابِ کہف (غار والے)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر اٹھالئے جانے کے بعد عیسائیوں کا حال بے حد خراب اور نہایت ابتر ہو گیا۔ لوگ بت پرستی کرنے لگے اور دوسروں کو بھی بت پرستی پر مجبور کرنے لگے۔ خصوصاً ان کا ایک بادشاہ "دقیانوس" تو اس قدر ظالم تھا کہ جو شخص بت پرستی سے انکار کرتا تھا یہ اُس کو قتل کر ڈالتا تھا۔

اصحابِ کہف کون تھے ؟:۔اصحابِ کہف شہر "اُفسوس" کے شرفاء تھے جو بادشاہ کے معزز درباری بھی تھے۔ مگر یہ لوگ صاحبِ ایمان اور بت پرستی سے انتہائی بیزار تھے۔ "دقیانوس" کے ظلم و جبر سے پریشان ہو کر یہ لوگ اپنا ایمان بچانے کے لئے اُس کے دربار سے بھاگ نکلے اور قریب کے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ گزیں ہوئے اور سو گئے، تو تین سو برس سے زیادہ عرصے تک اسی حال میں سوتے رہ گئے۔ دقیانوس نے جب ان لوگوں کو تلاش کرایا اور اُس کو معلوم ہوا کہ یہ لوگ غار کے اندر ہیں تو وہ بے حد ناراض ہوا۔ اور فرط غیظ و غضب میں یہ حکم دے دیا کہ غار کو ایک سنگین دیوار اُٹھا کر بند کر دیا جائے تاکہ یہ لوگ اُسی میں رہ کر مر جائیں اور وہی غار ان لوگوں کی قبر بن جائے۔ مگر دقیانوس نے جس شخص کے سپرد یہ کام کیا تھا وہ بہت ہی نیک دل اور صاحبِ ایمان آدمی تھا۔ اُس نے اصحابِ کہف کے نام اُن کی تعداد اور اُن کا پورا واقعہ ایک تختی پر کندہ کرا کر تانبے کے صندوق کے اندر رکھ کر دیوار کی بنیاد میں رکھ دیا۔ اور اسی طرح کی ایک تختی شاہی خزانہ میں بھی محفوظ کرا دی۔ کچھ دنوں کے بعد دقیانوس بادشاہ مر گیا اور سلطنتیں بدلتی رہیں۔ یہاں تک کہ ایک نیک دل اور انصاف پرور بادشاہ جس کا نام "بیدروس" تھا، تخت نشین ہوا جس نے اڑسٹھ سال تک بہت شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی۔ اُس کے دور میں مذہبی فرقہ بندی شروع ہو گئی اور بعض لوگ مرنے کے بعد اُٹھنے اور قیامت کا انکار کرنے لگے۔ قوم کا یہ حال دیکھ کر بادشاہ رنج و غم میں ڈوب گیا اور وہ تنہائی میں ایک مکان کے اندر بند ہو کر خداوند قدوس عزوجل کے دربار میں نہایت بے قراری کے ساتھ گریہ و زاری کر کے دعائیں مانگنے لگا کہ یا اللہ عزوجل کوئی ایسی نشانی ظاہر فرما دے تاکہ لوگوں کو مرنے کے بعد زندہ ہو کر اٹھنے اور قیامت کا یقین ہو جائے۔ بادشاہ کی یہ دعا مقبول ہو گئی اور اچانک بکریوں کے ایک چرواہے نے اپنی بکریوں کو ٹھہرانے کے لئے اسی غار کو منتخب کیا اور دیوار کو گرا دیا۔ دیوار گرتے ہی لوگوں پر ایسی ہیبت و دہشت سوار ہو گئی کہ دیوار گرانے والے لرزہ براندام ہو کر وہاں سے بھاگ گئے اور اصحابِ کہف بحکم الٰہی اپنی نیند سے بیدار ہو کر اٹھ بیٹھے اور ایک دوسرے سے سلام و کلام میں مشغول ہو گئے اور نماز بھی ادا کر لی۔ جب ان لوگوں کو بھوک لگی تو ان لوگوں نے اپنے ایک ساتھی یملیخا سے کہا کہ تم بازار جا کر کچھ کھانا لاؤ اور نہایت خاموشی سے یہ بھی معلوم کرو کہ "دقیانوس" ہم لوگوں کے بارے میں کیا ارادہ رکھتا ہے؟ "یملیخا" غار سے نکل کر بازار گئے اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شہر میں ہر طرف اسلام کا چرچا

ہے اور لوگ اعلانیہ حضرت عیسٰی علیہ السلام کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔یملیخا یہ منظر دیکھ کر محو حیرت ہو گئے کہ الٰہی یہ ماجرا کیا ہے ؟ کہ اس شہر میں تو ایمان واسلام کا نام لینا بھی جرم تھا آج یہ انقلاب کہاں سے اور کیونکر آ گیا؟

پھر یہ ایک نانبائی کی دکان پر کھانا لینے گئے اور دقیانوسی زمانے کا روپیہ دکاندار کو دیا جس کا چلن بند ہو چکا تھا بلکہ کوئی اس سکہ کا دیکھنے والا بھی باقی نہیں رہ گیا تھا۔ دکاندار کو شبہ ہوا کہ شاید اس شخص کو کوئی پرانا خزانہ مل گیا ہے چنانچہ دکاندار نے ان کو حکام کے سپرد کر دیا اور حکام نے ان سے خزانے کے بارے میں پوچھ گچھ شروع کر دی اور کہا کہ بتاؤ خزانہ کہاں ہے ؟ "یملیخا" نے کہا کہ کوئی خزانہ نہیں ہے۔ یہ ہمارا ہی روپیہ ہے۔ حکام نے کہا کہ ہم کس طرح مان لیں کہ روپیہ تمہارا ہے ؟ یہ سکہ تین سو برس پرانا ہے اور برسوں گزر گئے کہ اس سکہ کا چلن بند ہو گیا اور تم ابھی جوان ہو۔ لہٰذا صاف صاف بتاؤ کہ عقدہ حل ہو جائے۔ یہ سن کر یملیخا نے کہا کہ تم لوگ یہ بتاؤ کہ دقیانوس بادشاہ کا **کیا حال ہے؟** حکام نے کہا کہ آج روئے زمین پر اس نام کا کوئی بادشاہ نہیں ہے۔ ہاں سینکڑوں برس گزرے کہ اس نام کا ایک بے ایمان بادشاہ گزرا ہے جو بت پرست تھا۔ "یملیخا" نے کہا کہ ابھی کل ہی تو ہم لوگ اس کے خوف سے اپنے ایمان اور جان کو بچا کر بھاگے ہیں۔ میرے ساتھی قریب ہی کے ایک غار میں موجود ہیں۔ تم لوگ میرے ساتھ چلو میں تم لوگوں کو اُن سے ملا دوں۔ چنانچہ حکام اور عمائدین شہر کثیر تعداد میں اُس غار کے پاس پہنچے۔ اصحابِ کہف "یملیخا" کے انتظار میں تھے۔ جب ان کی واپسی میں دیر ہوئی تو اُن لوگوں نے یہ خیال کر لیا کہ شاید یملیخا گرفتار ہو گئے اور جب غار کے منہ پر بہت سے آدمیوں کا شور و غوغا ان لوگوں نے سنا تو سمجھ بیٹھے کہ غالباً دقیانوس کی فوج ہماری گرفتاری کے لئے آن پہنچی ہے۔ تو یہ لوگ نہایت اخلاص کے ساتھ ذکرِ الٰہی اور توبہ واستغفار میں مشغول ہو گئے۔

حکام نے غار پر پہنچ کر تانبے کا صندوق برآمد کیا اور اس کے اندر سے تختی نکال کر پڑھا تو اُس تختی پر اصحابِ کہف کا نام لکھا تھا اور یہ بھی تحریر تھا کہ یہ مومنوں کی جماعت اپنے دین کی حفاظت کے لئے دقیانوس بادشاہ کے خوف سے اس غار میں پناہ گزیں ہوئی ہے۔ تو دقیانوس نے خبر پا کر ایک دیوار سے ان لوگوں کو غار میں بند کر دیا ہے۔ ہم یہ حال اس لئے لکھتے ہیں کہ جب کبھی بھی یہ غار کھلے تو لوگ اصحابِ کہف کے حال پر مطلع ہو جائیں۔ حکام تختی کی عبارت پڑھ کر حیران رہ گئے۔ اور ان لوگوں نے اپنے بادشاہ "بیدروس" کو اس واقعہ کی اطلاع دی۔ فوراً ہی بیدروس بادشاہ اپنے امراء اور عمائدین شہر کو ساتھ لے کر غار کے پاس پہنچا تو اصحابِ کہف نے

غار سے نکل کر بادشاہ سے معانقہ کیا اور اپنی سرگزشت بیان کی۔ بیدروس بادشاہ سجدہ میں گر کر خداوند قدوس کا شکر ادا کرنے لگا کہ میری دعا قبول ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے ایسی نشانی ظاہر کر دی جس سے موت کے بعد زندہ ہو کر اُٹھنے کا ہر شخص کو یقین ہو گیا۔ اصحابِ کہف بادشاہ کو دعائیں دینے لگے کہ اللہ تعالیٰ تیری بادشاہی کی حفاظت فرمائے۔ اب ہم تمہیں اللہ کے سپرد کرتے ہیں۔ پھر اصحابِ کہف نے السلام علیکم کہا اور غار کے اندر چلے گئے اور سو گئے اور اسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو وفات دے دی۔ بادشاہ بیدروس نے سال کی لکڑی کا صندوق بنوا کر اصحابِ کہف کی مقدس لاشوں کو اس میں رکھوا دیا اور اللہ تعالیٰ نے اصحابِ کہف کا ایسا رعب لوگوں کے دلوں میں پیدا کر دیا کہ کسی کی یہ مجال نہیں کہ غار کے منہ تک جا سکے۔ اس طرح اصحابِ کہف کی لاشوں کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے سامان کر دیا۔ پھر بیدروس بادشاہ نے غار کے منہ پر ایک مسجد بنوا دی اور سالانہ ایک دن مقرر کر دیا کہ تمام شہر والے اس دن عید کی طرح زیارت کے لئے آیا کریں۔ (خازن، ج۳، ص۱۹۸۔۲۰۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ابو جہل اور خدا کے سپاہی

ابو جہل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو کعبہ میں نماز پڑھنے سے منع کیا تھا اور وہ علانیہ کہا کرتا تھا کہ اگر میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو نماز پڑھتے دیکھا تو اپنے پاؤں سے ان کی گردن کچل دوں گا اور ان کا چہرہ خاک میں ملا دوں گا۔ چنانچہ وہ اپنے اس فاسد ارادہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نماز پڑھتے دیکھ کر آپ کے قریب آیا مگر اچانک الٹے پاؤں بھاگا۔ ہاتھ آگے بڑھائے ہوئے جیسے کوئی کسی مصیبت کو روکنے کے لئے ہاتھ آگے بڑھاتا ہے۔ چہرے کا رنگ اُڑ گیا، اور بدن کی بوٹی بوٹی کانپنے لگی۔ اس کے ساتھیوں نے پوچھا کہ تمہارا **کیا حال ہے؟** تو کہنے لگا کہ میرے اور محمد (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے درمیان ایک خندق ہے جس میں آگ بھری ہوئی ہے اور کچھ دہشت ناک پرند بازو پھیلائے ہوئے ہیں۔ اس سے میں اس قدر خوفزدہ ہو گیا کہ آگے نہیں بڑھ سکا اور ہانپتے کانپتے کسی طرح جان بچا کر بھاگا۔

نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر ابو جہل میرے قریب آتا تو فرشتے اس کا ایک ایک عضو جدا کر دیتے۔ اس کے بعد بھی ابو جہل اپنی خباثت سے باز نہیں آیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز پڑھنے سے منع کرنے لگا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے سختی سے جھڑک دیا تو ابو جہل نے غصہ میں بھر

کر کہا کہ آپ مجھے جھڑکتے ہیں؟ حالانکہ آپ کو معلوم ہے کہ مکہ میں مجھ سے زیادہ جتھے والا اور مجھ سے بڑی مجلس والا کوئی نہیں ہے۔ خدا کی قسم! میں آپ کے مقابلہ میں سواروں اور پیدلوں سے اس میدان کو بھر دوں گا۔ اس کی اس دھمکی کے جواب میں سورہ "علق" یعنی سورہ اقراء کی یہ آیات نازل ہوئیں۔

(تفسیر خزائن العرفان، ص۱۰۷۷، پ۳۰، علق، رکوع:۱)

خداوند قدوس نے ارشاد فرمایا: كَلَّا لَئِنْ لَّمْ يَنْتَهِ ۙ۬ لَنَسْفَعًۢا بِالنَّاصِيَةِ ۙ﴿۱۵﴾ نَاصِيَةٍ كَاذِبَةٍ خَاطِئَةٍ ۚ﴿۱۶﴾ فَلْيَدْعُ نَادِيَهٗ ۙ﴿۱۷﴾ سَنَدْعُ الزَّبَانِيَةَ ۙ﴿۱۸﴾

ترجمہ کنزالایمان:۔ہاں ہاں اگر باز نہ آیا تو ہم ضرور پیشانی کے بال پکڑ کر کھینچیں گے کیسی پیشانی جھوٹی خطاکار اب پکارے اپنی مجلس کو ابھی ہم سپاہیوں کو بلاتے ہیں۔ (پ30، العلق:15۔18)

حدیث شریف میں ہے کہ اگر ابو جہل اپنی مجلس والوں کو بلاتا تو فرشتے اس کو بالاعلان گرفتار کر لیتے اور وہ "زبانیہ" کی گرفت سے بچ نہیں سکتا تھا۔ (تفسیر خزائن العرفان، ص۱۰۷۷، پ۳۰، علق: ۱۸)

درسِ ہدایت:۔ابو جہل جب تک زندہ رہا۔ ہمیشہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی و ایذاء رسانی پر کمربستہ رہا۔ اور دوسروں کو بھی اس پر اُکساتا رہا۔ آخر قہر خداوندی میں گرفتار ہوا کہ جنگِ بدر کے دن دو لڑکوں کے ہاتھ سے ذلت کے ساتھ قتل ہوا اور اس کی لاش بے گوروکفن بدر کے گڑھے میں پھینک دی گئی۔ اس طرح تمام دشمنانِ رسول طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا ہو کر ہلاک و برباد ہو گئے۔ سبحان اللہ۔

مٹ گئے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا
تو گھٹائے سے کسی کے نہ گھٹا ہے نہ گھٹے جب بڑھائے تجھے اللہ تعالیٰ تیرا
عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں اُسے منظور بڑھانا تیرا

(حدائق بخشش، حصہ اول، ص۲۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اپنی گردن پر لاد کر لائے گا

صحیح بخاری وغیرہ میں ابو حمید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بنی اسد میں سے ایک شخص کو جس کو ابن اللُّتبِیَّہ کہا جاتا تھا عامل بنا کر بھیجا جب وہ واپس آئے یہ

کہا کہ یہ (مال) تمہارے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہدیہ ہوا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منبر پر تشریف لے گئے اور حمد الٰہی اور ثنا کے بعد یہ فرمایا: "**کیا حال ہے** اُس عامل کا جس کو ہم بھیجتے ہیں اور وہ آکر یہ کہتا ہے کہ یہ آپ کے لیے ہے اور یہ میرے لیے ہے وہ اپنے باپ یا ماں کے گھر میں کیوں نہیں بیٹھا رہا دیکھتا کہ اُسے ہدیہ کیا جاتا ہے یا نہیں، قسم ہے اُس کی جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے ایسا شخص قیامت کے دن اُس چیز کو اپنی گردن پر لاد کر لائے گا اگر اونٹ ہے تو وہ چلائے گا اور گائے ہے تو وہ بان بان کرے گی اور بکری ہے تو وہ میں میں کرے گی اس کے بعد حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے اپنے ہاتھوں کو اتنا بلند فرمایا کہ بغل مبارک کی سپیدی ظاہر ہونے لگی اور اس کلمہ کو تین بار فرمایا آگاہ میں نے پہنچا دیا۔" ("صحیح البخاري"، کتاب الحیل، باب إحتیال العامل لیھدی لہ، الحدیث:٦٩٧٩، ج٤، ص٣٩٨)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ایک انصاریہ عورت رضی اللہ تعالیٰ عنہا

مدینہ کی ایک عورت جو انصار کے قبیلہ کی تھیں ان کو یہ غلط خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم جنگ احد میں شہید ہوگئے ہیں تو یہ بے قرار ہو کر گھر سے نکل پڑیں اور میدان جنگ میں پہنچ گئیں وہاں لوگوں نے ان کو بتایا کہ اے عورت! تیرے باپ اور بھائی اور شوہر تینوں اس جنگ میں شہید ہو گئے یہ سن کر اس نے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ میرے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کا **کیا حال ہے؟** جب لوگوں نے بتایا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم اگرچہ زخمی ہوگئے ہیں مگر الحمد للہ کہ زندہ سلامت ہیں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام، غزوۂ احد، باب شأن المرأۃ الدینا ریۃ، ج٣، ص٨٦)

تو بے اختیار اس کی زبان سے اس شعر کا مضمون نکل پڑا کہ۔

تسلی ہے پناہ بیکساں زندہ سلامت ہے　　کوئی پروا نہیں سارا جہاں زندہ سلامت ہے

اللہ اکبر! ایسی شیر دل اور بہادر عورت کا کیا کہنا؟ باپ اور شوہر اور بھائی تینوں کے قتل ہو جانے سے صدمات کے تین تین پہاڑ دل پر گر پڑے ہیں مگر محبت رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے نشہ میں اس کی مستی کا یہ عالم ہے کہ زبانِ حال سے یہ نعرہ اس کی زبان پر جاری ہے کہ۔

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا　　اے شہ دیں تیرے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حضرت ام سُلَیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا

یہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کے سب سے پیارے خادم حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماں ہیں ان کے پہلے شوہر کا نام مالک تھا بیوہ ہو جانے کے بعد ان کا نکاح حضرت ابو طلحہ صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو گیا۔ (الاستیعاب، کتاب کنی النساء، باب السین ۳۵۹۷، ام سلیم بنت ملحان، ج۴، ص ۴۹۴)

یہ رشتہ میں ایک طرح سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم کی خالہ ہوتی تھیں اور ان کے بھائی حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ساتھ ایک جہاد میں شہید ہو گئے تھے ان سب باتوں کی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم ان پر بہت مہربان تھے اور کبھی کبھی ان کے گھر بھی تشریف لے جایا کرتے تھے بخاری شریف وغیرہ میں ان کا ایک بہت ہی نصیحت آموز اور عبرت خیز واقعہ لکھا ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت ام سلیم کا ایک بچہ بیمار تھا جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو اپنے کام دھندے کے لئے باہر جانے لگے تو اس بچہ کا سانس بہت زور زور سے چل رہا تھا ابھی حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مکان پر نہیں آئے تھے کہ بچہ کا انتقال ہو گیا حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوچا کہ دن بھر کے تھکے ماندے میرے شوہر مکان پر آئیں گے اور بچے کے انتقال کی خبر سنیں گے تو نہ کھانا کھائیں گے نہ آرام کر سکیں گے اس لئے انہوں نے بچے کی لاش کو ایک الگ مکان میں لٹا دیا اور کپڑا اوڑھا دیا اور خود روزانہ کی طرح کھانا پکایا پھر خوب اچھی طرح بناؤ سنگار کر کے بیٹھ کر شوہر کے آنے کا انتظار کرنے لگیں جب حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رات کو گھر میں آئے تو پوچھا کہ بچہ کا **کیا حال ہے**؟ تو بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہانے کہہ دیا کہ اب اس کا سانس ٹھہر گیا ہے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ مطمئن ہو گئے اور انہوں نے یہ سمجھا کہ سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے پھر فوراً ہی کھانا سامنے آگیا اور انہوں نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بیوی کے بناؤ سنگار کو دیکھ کر انہوں نے بیوی سے صحبت بھی کی جب سب کاموں سے فارغ ہو کر بالکل ہی مطمئن ہو گئے تو بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہانے کہا کہ اے میرے پیارے شوہر! مجھے یہ مسئلہ بتایئے کہ اگر ہمارے پاس کسی کی کوئی امانت ہو اور وہ اپنی امانت ہم سے لے لے تو کیا ہم کو برا ماننے یا ناراض ہونے کا کوئی حق ہے؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ہر گز نہیں امانت والے کو اس کی امانت خوشی خوشی دے دینی چاہیے شوہر کا یہ جواب سن کر حضرت ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہانے کہا کہ اے میرے سر تاج! آج ہمارے گھر میں یہی معاملہ پیش آیا کہ ہمارا بچہ جو ہمارے پاس خدا کی

ایک امانت تھا آج خدا نے وہ امانت واپس لے لی اور ہمارا بچہ مر گیا یہ سن کر حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ چونک کر اٹھ بیٹھے اور حیران ہو کر بولے کہ کیا میرا بچہ مر گیا؟ بی بی نے کہا کہ "جی ہاں" حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ تم نے تو کہا تھا کہ اس کے سانس کا کھنچاؤ تھم گیا ہے بیوی نے کہا کہ جی ہاں مرنے والا کہاں سانس لیتا ہے؟ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے حد افسوس ہوا کہ ہائے میرے بچے کی لاش گھر میں پڑی رہی اور میں نے بھر پیٹ کھانا کھایا اور صحبت کی۔ بیوی نے اپنا خیال ظاہر کر دیا کہ آپ دن بھر کے تھکے ہوئے گھر آئے تھے میں فوراً ہی اگر بچے کی موت کا حال کہہ دیتی تو آپ رنج و غم میں ڈوب جاتے نہ کھانا کھاتے نہ آرام کرتے اس لیے میں نے اس خبر کو چھپایا حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صبح کو مسجد نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم میں نماز فجر کے لیے گئے اور رات کا پورا ماجرا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم سے عرض کر دیا آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم نے حضرت ابو طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے یہ دعا فرمائی کہ تمہاری رات کی اس صحبت میں اللہ تعالیٰ خیر و برکت عطا فرمائے اس دعائے نبوی کا یہ اثر ہوا کہ اسی رات میں حضرت بی بی ام سلیم کے حمل ٹھہر گیا اور ایک بچہ پیدا ہوا جس کا نام عبد اللہ رکھا گیا اور ان عبد اللہ کے بیٹوں میں بڑے بڑے علماء پیدا ہوئے۔

تبصرہ:۔ مسلمان ماؤں اور بہنو! حضرت بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے صبر کرنا سیکھو اور شوہر کو آرام پہنچانے کا طریقہ اور سلیقہ بھی اس واقعہ سے ذہن نشین کر و اور دیکھو کہ بی بی ام سلیم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کیسی اچھی مثال دے کر شوہر کو تسلی دی اگر ہر آدمی اس بات کو اچھی طرح سمجھ لے تو کبھی بے صبری نہ کریگا اور دیکھو کہ صبر کا پھل خداوند کریم نے کتنی جلدی حضرت بی بی ام سلیم کو دیا کہ حضرت عبد اللہ ایک سال پورا ہونے سے پہلے ہی پیدا ہو گئے اور پھر ان کا گھر عالموں سے بھر گیا۔ (جنتی زیور ص ۵۱۴۔۵۱۵۔۵۱۶)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم عشق و وفا کی امتحان گاہ میں

یہ شہادت گہ الفت میں قدم رکھنا ہے　　　لوگ سمجھتے ہیں کہ آسان ہے مسلمان ہونا

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حال: ابتدائے اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا تھا وہ اپنے اسلام کو حتی الوسع مخفی رکھتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی طرف سے بھی، اس خیال سے کہ ان کو کافروں سے اذیت نہ پہنچے، اخفا کی تلقین ہوتی تھی۔ جب مسلمانوں کی تعداد انتالیس تک پہنچی تو حضرت

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اظہار کی درخواست کی اور چاہا کہ کھلم کھلا علی الاعلان تبلیغ اسلام کی جائے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نے اول انکار فرمایا مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اصرار پر قبول فرمالیااور ان سب حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو ساتھ لیکر مسجد حرم شریف میں تشریف لے گئے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خطبہ شروع کیا، یہ سب سے پہلا خطبہ ہے جو اسلام میں پڑھا گیا اور حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی دن اسلام لائے ہیں اور اس کے تین دن بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں۔ خطبہ کا شروع ہونا تھا کہ چاروں طرف سے کفار و مشرکین مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی باوجودیکہ مکہ مکرمہ میں عام طور پر ان کی عظمت و شرافت مسلم تھی، اس قدر مارا کہ تمام چہرہ مبارک خون میں بھر گیا، ناک کان سب لہولہان ہو گئے۔ پہچانے نہ جاتے تھے، جوتوں سے مارا پاؤں میں روندا جو نہ کرنا تھا سب کچھ ہی کیا، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بے ہوش ہو گئے، بنو تیم یعنی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کے لوگوں کو خبر ہوئی تو وہاں سے اٹھا کر لائے۔

سب کو یقین ہو چلا تھا کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وحشیانہ حملہ سے زندہ نہ بچ سکیں گے بنو تیم مسجد میں آئے اور اعلان کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اگر حادثہ میں وفات ہو گئی تو ہم لوگ ان کے بدلہ میں عتبہ بن ربیعہ کو قتل کریں گے عتبہ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مارنے میں بہت زیادہ بدبختی کا اظہار کیا تھا۔ شام تک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بے ہوشی رہی باوجود آوازیں دینے کے بولنے یا بات کرنے کی نوبت نہ آتی تھی۔ شام کو آوازیں دینے پر وہ بولے تو سب سے پہلے الفاظ یہ تھے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا **کیاحال ہے؟** لوگوں کی طرف سے اس پر بہت ملامت ہوئی کہ ان ہی کے ساتھ کی بدولت یہ مصیبت آئی اور دن بھر موت کے منہ میں رہنے پر بات کی تو وہ بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم ہی کا جذبہ اور ان ہی کے لیے۔

لوگ پاس سے اٹھ کر چلے گئے، بددلی بھی تھی، اور یہ بھی کہ آخر کچھ جان ہے کہ بولنے کی نوبت آئی اور آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ ام خیر سے کہہ گئے کہ ان کے کھانے پینے کیلئے کسی چیز کا انتظام کر دیں۔ وہ کچھ تیار کر کے لائیں اور کھانے پر اصرار کیا مگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہی ایک صدا تھی کہ

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا **کیا حال ہے؟** حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم پر کیا گزری؟ انکی والدہ نے کہا کہ مجھے تو خبر نہیں **کیا حال ہے**، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ام جمیل (حضرت عمر کی بہن رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کے پاس جاکر دریافت کرلو کہ **کیا حال ہے؟** وہ بیچاری بیٹے کی اس مظلومانہ حالت کی بیتابانہ درخواست پوری کرنے کیلئے ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس گئیں اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا حال دریافت کیا۔ وہ بھی عام دستور کے مطابق اس وقت اپنے اسلام کو چھپائے ہوئے تھیں۔ فرمانے لگیں میں کیا جانوں کون محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اور کون ابو بکر صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) تیرے بیٹے کی حالت سن کر رنج ہوا اگر تو کہے تو میں چل کر اسکی حالت دیکھوں ام خیر نے قبول کر لیا ان کے ساتھ گئیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھ کر تحمل نہ کر سکیں بے تحاشا رونا شروع کر دیا کہ بد کرداروں نے کیا حال کر دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان کے کئے کی سزا دے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پھر پوچھا کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کا کیا حال ہے؟ ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ وہ سُن رہی ہیں، آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ان سے خوف نہ کرو۔ ام جمیل رضی اللہ تعالیٰ عنہانے خیریت سنائی اور عرض کیا کہ بالکل صحیح سالم ہیں۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا کہ اس وقت کہاں ہیں انہوں نے عرض کیا کہ ارقم کے گھر تشریف رکھتے ہیں۔

آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ مجھ کو خدا عزوجل کی قسم ہے کہ اس وقت تک کوئی چیز نہ کھاؤں گا نہ پیؤں گا جب تک کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں۔ ان کی والدہ کو تو بیقراری تھی کہ وہ کچھ کھالیں اور انہوں نے قسم کھالی کہ جب تک حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی زیارت نہ کرلوں کچھ نہ کھاؤں گا۔ اس لئے والدہ نے اس کا انتظار کیا کہ لوگوں کی آمدورفت بند ہو جائے۔ مبادا کوئی دیکھ لے اور کچھ اذیت پہنچائے۔ جب رات کا بہت سا حصہ گزر گیا تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لیکر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم کی خدمت میں ارقم کے گھر پہنچیں۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم سے لپٹ گئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم بھی لپٹ کر روئے۔ اَور مسلمان بھی رونے لگے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ اس کے بعد حضرت ابو بکر صدیق

رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی یہ میری والدہ ہیں آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم ان کے لئے ہدایت کی دعا فرمادیں اور ان کو اسلام کی تبلیغ بھی فرمادیں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم نیان کو اسلام کی ترغیب دی وہ بھی اس وقت مسلمان ہو گئیں۔ (البدایہ والنہایہ، ج۳، ص ۳۰)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

جو حال ان کی ماں کا تھا

حضرت ابو الطفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے بہت بڑے حامی تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے انتقال کے بعد ایک بار حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہارے دوست ابو الحسن کے غم میں تمہارا **کیا حال ہے**؟ بولے، موسیٰ علیہ السلام کے غم میں جو حال ان کی ماں کا تھا۔ (اسد الغابۃ، تذکرۃ ابو طفیل عامر بن واثلۃ، ج٦، ص ۱۹۲)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

میرا رحم دنیا و آخرت میں موصول ہے

صحیح حدیث میں آیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بر سر منبر فرمایا: ان اقوام کا **کیا حال ہے** کہ جو یہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا رحم (قرابت) روز قیامت کچھ کام نہ آئے گا۔ ہاں خدا کی قسم! میرا رحم (رشتہ و قرابت) دنیا و آخرت میں موصول ہے۔

(المسند للامام احمد بن حنبل، مسند ابی سعید الخدری، الحدیث: ۱۱۱۳۸، ج۴، ص۳۸)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

ایک لاکھ سالانہ وظیفہ

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت امام عالی مقام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وظیفہ ایک لاکھ سالانہ مقرر تھا۔ ایک سال وظیفہ پہنچنے میں تاخیر ہوئی اور اس وجہ سے حضرت امام کو سخت تنگی در پیش ہوئی۔ آپ نے چاہا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کی شکایت لکھیں، لکھنے کا ارادہ کیا، دوات منگائی مگر پھر کچھ سوچ کر توقف کیا۔ خواب میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے دیدار پر انوار سے مشرف

ہوئے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے استفسار حال فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اے میرے فرزند ارجمند! **کیاحال ہے؟** عرض کیا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہ بخیر ہوں اور وظیفہ کی تاخیر کی شکایت کی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم نے دوات منگائی تھی تاکہ تم اپنی مثل ایک مخلوق کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت لکھو۔ عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم مجبور تھا کیا کرتا۔ فرمایا یہ دعا پڑھو:

اَللّٰھُمَّ اقْذِفْ فِیْ قَلْبِیْ رِجَائَکَ وَاقْطَعْ رِجَآئِیْ عَمَّنْ سِوَاکَ حَتّٰی لَا اَرْجُوْ اَحَدًا غَیْرَکَ اَللّٰھُمَّ وَمَا ضَعُفَتْ عَنْہُ قُوَّتِیْ وَقَصُرَ عَنْہُ عَمَلِیْ وَلَمْ تَنْتَہِ اِلَیْہِ رَغْبَتِیْ وَلَمْ تَبْلُغْہُ مَسْئَلَتِیْ وَلَمْ یَجْرِ عَلٰی لِسَانِیْ مِمَّا اَعْطَیْتَ اَحَدًا مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ مِنَ الْیَقِیْنِ فَخُصَّنِیْ بِہٖ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ: "یارب! عزوجل میرے دل میں اپنی امید ڈال اور اپنے ماسوا سے میری امید قطع کر یہاں تک کہ میں تیرے سوا کسی سے اپنی امید نہ رکھوں۔ یارب! عزوجل جس سے میری قوت عاجز اور عمل قاصر ہو اور جہاں تک میری رغبت اور میرا سوال نہ پہنچے اور میری زبان پر جاری نہ ہو، جو تونے اولین وآخرین میں سے کسی کو عطا فرمایا ہو یقین سے یارب العالمین! عزوجل مجھ کو اس کے ساتھ مخصوص فرما۔"

حضرت امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا پر ایک ہفتہ نہ گزرا کہ امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے میرے پاس ایک لاکھ پچاس ہزار بھیج دیئے اور میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کی اور اس کا شکر بجالایا۔ پھر خواب میں دولت دیدار سے بہرہ مند ہوا۔ سرکار نامدار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: اے حسن! رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا حال ہے۔ میں نے خدا عزوجل کا شکر کرکے واقعہ عرض کیا، فرمایا: اے فرزند! جو مخلوق سے امید نہ رکھے اور خالق عزوجل سے لو لگائے اس کے کام یوں ہی بنتے ہیں۔ (سوانح کربلا ص۹۷۔۹۸)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

مقتل کی سرخ مٹی

حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زوجہ ایک روز حضور انور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا: یارسول اللہ! صلی اللہ علیک وسلم آج میں نے ایک پریشان خواب دیکھا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیا؟ عرض کیا: وہ بہت ہی شدید ہے۔ ان کو اس خواب کے بیان کی جرآت نہ ہوتی تھی۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے مکرر دریافت فرمایا تو عرض کیا کہ میں نے

دیکھا کہ جسد اطہر کا ایک ٹکڑا کاٹا گیا اور میری گود میں رکھا گیا۔ ارشاد فرمایا: تم نے بہت اچھا خواب دیکھا، ان شاء اللہ تعالیٰ فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بیٹا ہوگا اور وہ تمہاری گود میں دیا جائے گا۔

ایسا ہی ہوا۔ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیدا ہوئے اور حضرت ام الفضل کی گود میں دیئے گئے۔ ام الفضل فرماتی ہیں: میں نے ایک روز حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی گود میں دیا، کیا دیکھتی ہوں کہ چشم مبارک سے آنسوؤں کی لڑیاں جاری ہیں۔ میں نے عرض کیا: یانبی اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم میرے ماں باپ حضور پر قربان! یہ **کیا حال ہے؟** فرمایا: جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور انہوں نے یہ خبر فرمائی کہ میری امت اس فرزند کو قتل کرے گی۔ میں نے کہا: کیا اس کو؟ فرمایا: ہاں اور میرے پاس اس کے مقتل کی سرخ مٹی بھی لائے۔ (دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی ...الخ، باب ماروی فی اخبارہ ...الخ، ج٦، ص٤٦٨)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

مقتل میں گیا تھا

حاکم نے بیہقی میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے ایک حدیث روایت کی۔ انہوں نے بھی اسی طرح حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کو خواب میں دیکھا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے سرِ مبارک و ریشِ اقدس پر گَرد و غُبار ہے، عرض کیا: جان ماکنیزان نثار تو باد۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلمیہ **کیا حال ہے؟** فرمایا: ابھی امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقتل میں گیا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب من رأی فی منامہ ...الخ، باب ماجاء فی رؤیۃ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی المنام، ج٧، ص٤٨)

بیہقی وابو نعیم نے بصرہ ازدیہ سے روایت کی کہ جب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید کیے گئے تو آسمان سے خون برسا۔ صبح کو ہمارے مٹکے، گھڑے اور تمام برتن خون سے بھرے ہوئے تھے۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکوائن ...الخ، باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبد اللہ الحسین ...الخ، ج٦، ص٤٧١)

بیہقی وابو نعیم نے زہری سے روایت کی کہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس روز شہید کئے گئے اس روز بیت المقدس میں جو پتھر اٹھایا جاتا تھا اس کے نیچے تازہ خون پایا جاتا تھا۔

(دلائل النبوۃ للبیہقی، جماع ابواب اخبار النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالکوائن ...الخ، باب ماروی فی اخبارہ بقتل ابن ابنتہ ابی عبد اللہ الحسین ...الخ، ج٦، ص٤٧١)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سخاوت کی ایک مثال

ایک دفعہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک شخص کو کچھ مغموم اور افسردہ دیکھ کر پوچھا: "تمہارا **کیا حال ہے؟**" اس نے عرض کی: "حضور والا! دریائے دجلہ کے پار جانا چاہتا تھا مگر ملاح نے بغیر کرایہ کے کشتی میں نہیں بٹھایا اور میرے پاس کچھ بھی نہیں۔" اتنے میں ایک عقیدت مند نے حضور غوث پاک رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر تیس دینار نذرانہ پیش کیا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے وہ تیس دینار اس شخص کو دے کر فرمایا: "جاؤ! یہ تیس دینار اس ملاح کو دے دینا اور کہہ دینا کہ " آئندہ وہ کسی غریب کو دریا عبور کرانے پر انکار نہ کرے۔" (اخبارالاخیار، ص۱۸)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

کہیں نقصان نہ ہو جائے

حضرتِ سیّدُنا وہب بن مُنَبِّہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ راہِ خدا عَزَّوَجَلَّ میں سفر کے دوران ایک بزرگ نے اپنے ہم سفروں سے فرمایا: ہم نے سرکشی کے خوف سے اپنے مالوں اور اولاد کو چھوڑ دیا لیکن ہمیں اِس بات کا خوف ہے کہ مالدار لوگوں کو مال کے سبب جس قدر سرکشی کا سامنا کرنا پڑتا ہے اس سے زیادہ کہیں ہمیں دین میں نقصان نہ ہو کیونکہ ہم میں سے کوئی ایک جب ملاقات کرتا ہے تو اپنے دینی مقام کی وجہ سے اپنی تعظیم کا خواہش مند ہوتا ہے اور اگر کوئی چیز خریدتا ہے تو چاہتا ہے کہ اس کے دینی منصب کی وجہ سے اسے کم قیمت پر ملے ۔جب یہ بات ان کے بادشاہ تک پہنچی تو وہ ایک لشکر کے ساتھ ان کی خدمت میں حاضر ہوا چنانچہ پہاڑ اور میدان لوگوں سے بھر گئے۔اُس بزرگ نے کسی سے دریافت کیا : یہ سب کیا ہے ؟ کہا گیا: بادشاہ آپ سے ملنے آیا ہے ۔انہوں نے خادم سے کہا: میرے لئے کھانا لاؤ۔وہ ساگ زیتون اور کھجور کے خوشے لے آیا۔اس بزرگ نے خوب منہ کھول کر بڑے بڑے لقمے ڈالنے شروع کر دیئے۔بادشاہ نے پوچھا: تمہارے وہ سردار کہاں ہیں؟لوگوں نے جواب دیا: یہی ہیں۔بادشاہ نے پوچھا: آپ کا **کیا حال ہے؟** بزرگ نے جواب دیا: عام لوگوں کی طرح

ہے۔ یہ سُن کر بادشاہ نے کہا: اس شخص کے پاس کوئی بھلائی نہیں ہے اور واپس چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد بزرگ کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جس نے تجھے مجھ سے یوں پھیرا کہ تم میری مذمت کر رہے ہو۔

(احیاء العلوم، کتاب ذم الجاہ والریاء، فصل الرابع، ج۳، ص۳۷۶/۳۷۵)

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو.. اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اچھی طرح طہارت نہیں کرتے

حدیث پاک میں ہے" ایک روز نبی صلي اللہ علیہ وسلم صبح کی نماز میں سورہ روم پڑھ رہے تھے اور متشابہ لگا۔ بعد نماز ارشاد فرمایا **کیا حال ہے** ان لوگوں کا؟ جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں اور اچھی طرح طہارت نہیں کرتے انہیں کی وجہ سے امام کو قراءت میں شبہ پڑتا ہے۔" (نسائی شریف باب القراءة فی الصبح بالروم ص۱۶۵ مطبوعہ بیروت)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ایک قصاب کی توبہ

حضرتِ سیدنا شیخ ابو بکر بن عبد اللہ حزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک قصاب اپنے پڑوسی کی لونڈی پر عاشق تھا۔ ایک دن وہ لونڈی کسی کام سے دوسرے گاؤں کو جارہی تھی، قصاب نے موقع غنیمت جان کر اس کا پیچھا کیا اور کچھ دور جاکر اسے پکڑ لیا۔ تب کنیز نے کہا کہ "اے نوجوان! میرا دل بھی تیری طرف مائل ہے لیکن میں اپنے رب عزوجل سے ڈرتی ہوں۔" جب اس قصاب نے یہ سنا تو بولا، "جب تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتی ہے تو کیا میں اس ذاتِ پاک سے نہ ڈروں؟" یہ کہہ کر اس نے توبہ کر لی اور وہاں سے پلٹ پڑا۔ راستے میں پیاس کے مارے دم لبوں پر آ گیا۔ اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہو گئی جو کہ کسی نبی علیہ السلام کا قاصد تھا۔ اس مردِ قاصد نے پوچھا، اے جوان **کیا حال ہے؟**" قصاب نے جواب دیا، "پیاس سے نڈھال ہوں۔" قاصد نے کہا کہ " آؤ ہم دونوں مل کر خدا عزوجل سے دعا کریں تا کہ اللہ تعالیٰ ابر کے فرشتے کو بھیج دے اور وہ شہر پہنچنے تک ہم پر اپنا سایہ کئے رکھے۔" نوجوان نے کہا کہ "میں نے تو خدا عزوجل کی کوئی قابلِ ذکر عبادت بھی نہیں کی

ہے ،میں کس طرح دعا کروں؟تم دعا کرو میں آمین کہوں گا۔"اس شخص نے دعا کی ، بادل کا ایک ٹکڑا ان کے سروں پر سایہ فگن ہو گیا۔

جب یہ دونوں راستہ طے کرتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو وہ بادل قصاب کے سر پر آگیا اور قاصد دھوپ میں ہو گیا۔ قاصد نے کہا،"اے جوان!تونے تو کہا تھا کہ تونے اللہ عزوجل کی کچھ بھی عبادت نہیں کی، پھر یہ بادل تیرے سر پر کس طرح سایہ فگن ہو گیا؟تو مجھے اپنا حال سنا۔"نوجوان نے کہا،"اور تو مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن ایک کنیز سے خوفِ خدا عزوجل کی بات سن کر میں نے توبہ ضرور کی تھی۔"قاصد بولا،"تونے سچ کہا، اللہ تعالیٰ کے حضور میں جو مرتبہ و درجہ تائب(توبہ کرنے والے)کا ہے وہ کسی دوسرے کا نہیں ہے۔"

(کتاب التوابین، توبۃ القصاب والجاریۃ، ص ۷۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ہم خیریت سے ہیں

منقول ہے کہ جب زبان جسم کے دیگر اعضاء سے پوچھتی ہے کہ: "تمہارا **کیا حال ہے**؟"تو اعضاء جواب دیتے ہیں:"ہم خیریت سے ہیں اگر تُو ہمیں چھوڑے رکھے۔"

(المستطرف فی کل فن مستظرف، الباب الثالث عشر، ج ۱، ص ۱۴۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

فکر میں لگا ہوا ہو

حضرتِ سیِّدُنا مالک بن دینار علیہ رحمۃ اللہ الغفّار سے کسی نے پوچھا: **کیا حال ہے**؟ فرمایا:اُس شخص کا کیا حال ہو گا جو ایک گھر (یعنی دنیا)سے دوسرے گھر (یعنی آخِرت)کی طرف جانے کی فکر میں لگا ہوا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ جنّت میں جانا ہے یا دوزخ ٹھکانہ ہے۔"

میٹھے میٹھے اسلامی بھائیو!دیکھا آپ نے! ہمارے اَسلاف رَحِمَہُمُ اللہُ تعالیٰ کو صِرف آخِرت کی دُھن ہوتی تھی، کیسی ہی فاقہ مستی اور تنگدستی ہوتی وہ ذرّہ برابر اس کی پرواہ نہ کرتے کیونکہ ان نُفُوسِ قُدسِیَّہ کا ذِہن بنا ہوا ہوتا تھا کہ دُنیا کی تکالیف میں تو جُوں تُوں کرکے گزارہ ہو ہی جائے گا لیکن مَعاذَاللہ عَزَّوَجَلَّ قبر و آخِرت میں اگر تکالیف کا سامنا ہوا تو بُری طرح پھنس جائیں گے۔اِس سے ہمارے وہ اسلامی بھائی بھی عبرت حاصِل کریں جو

دُنیا میں تنگدستی کیلئے تو فکر مند ہوتے ہیں مگر آخِرت کی مشکِلات سے نَجات کی طرف کوئی توجُّہ نہیں ہوتی !حالانکہ (دُنیوی) تنگدستی جس سے یہ پریشان ہیں صبر کریں تو آخِرت میں اِس کیلئے چھٹکارے کا سامان ہے۔

مَصائب و آلام پر صَبْر کا ذِہن بنانے کیلئے عاشِقانِ رسول کے ساتھ دعوتِ اسلامی کے مَدَنی قافِلوں میں سفر کی خوب سعادت حاصل کیجئے۔ ترغیب کیلئے مَدَنی قافلوں کی ایک بہار ملاحَظہ فرمایئے۔ چُنانچِہ ایک واقعہ اپنے انداز میں عرض کرنے کی کوشِش کرتا ہوں:۔

جوشیلا مُبلِّغ

عاشِقانِ رسول کا ایک مَدَنی قافِلہ جہلم (پنجاب) کے ایک گاؤں میں 12 دن کیلئے سنّتوں کی تربیّت کی خاطِر پہنچا۔ جس مسجِد میں قِیام تھا، اُس کے سامنے والے گھر میں رَہنے والے ایک نوجوان پر ایک عاشِقِ رسول نے اِنفِرادی کوشِش کرتے ہوئے مَدَنی قافِلے میں سفر کی ترغیب دلائی وہ نوجوان صِرف 2 دن ساتھ رَہنے کیلئے تیّار ہوئے اور مَدَنی قافلے والوں کے ساتھ سنّتیں سیکھنے سکھانے میں مصروف ہوگئے۔ صِرف دو دن مَدَنی قافِلے میں گزارنے کی بَرَکت سے اپنے گھر میں سب کو نَمازوں کی تلقین کی۔ چُونکہ وہ گھر کے بااثر فرد تھے، اَلْحَمْدُ لله عَزَّوَجَلَّ تقریباً سبھی نے نَماز پڑھنا شروع کردی۔ برابر میں ماموں کے گھر جا کر بھی نیکی کی دعوت پیش کی۔ گھر والوں کو T.V کی تباہ کاریاں بتا کر اللہ تَوّاب عَزَّوَجَلَّ کے عذاب سے ڈرایا۔ اَلْحَمْدُ لله عَزَّوَجَلَّ باہَمی رِضامندی سے گھر سے T.V نکال دیا گیا۔ دوسرے دن صُبح کپڑوں پر اِستری کرتے ہوئے اچانک انہیں کرنٹ لگا اور بقول گھر والوں کے زَبان پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم جاری ہوا اور فوراً دم نکل گیا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ مرحوم خوش نصیب تھا کہ مرتے وقت کلمہ نصیب ہو گیا۔ نبیِّ رحمت، شفیعِ امّت، مالِکِ جنّت، محبوبِ ربُّ العزّت عَزَّوَجَلَّ وصلی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم کا فرمانِ جنّت نشان ہے: جس کا آخِری کلام لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (یعنی کَلِمۂ طَیِّبہ) ہو وہ داخِل جنّت ہو گا۔ (خودکشی کا علاج ص ۵۰۔۵۳)

(سنَنُ اَبی داو، د ج ۳ ص ۲۵۵ حدیث ۳۱۱۶ داراحیاء التراث العربی بیروت)

کوئی آیا پاکے چلا گیا کوئی عُمر بھر بھی نہ پا سکا　　مِرے مولیٰ تجھ سے گلہ نہیں یہ تو اپنا اپنا نصیب ہے

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب ! صلَّی اللہُ تعالٰی علٰی محمَّد

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

سونے کی جُوتیاں

مشہور مُحَدِّث حضرتِ سیِّدُنا محمد بن خُزیمہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں، جب حضرتِ سیِّدُنا امام ابو عبدُاللہ احمد بن حنبل رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وفات ہوئی میں سخت غمگین ہوا۔ ایک رات خواب میں دیکھا کہ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نازو ادا سے چل رہے ہیں۔ میں نے عرض کی، اے ابو عبدُاللہ! یہ کیسی چال ہے؟ فرمایا، یہ جنّت میں خُدّام کی چال ہے۔ عرض کی، مَا فَعَلَ اللہُ بِكَ؟ یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سُلوک فرمایا؟ جو ابدیا، اللہ عَزَّوَجَلَّ نے میری مغفِرت فرمادی، میرے سر پر تاج سجایا اور پاؤں میں سونے کی جوتیاں پہنائیں اور فرمایا، اَے احمد! یہ سب کچھ اِس وجہ سے ہے کہ تُونے قراٰن کو میرا (یعنی اللہ کا) کلام کہا۔ اللہ تبارَکَ وَتعالیٰ نے مزید فرمایا، اَے احمد! مجھ سے وہ دعاء کر جو تُو دُنیا میں کِیا کرتا تھا۔ میں نے عرض کی، اَے میرے ربّ عزوجل! ہر چیز۔۔۔۔"میں ابھی اِتنا ہی کہنے پایا تھا کہ ارشاد ہوا، ہر چیز تیرے لئے موجود ہے۔ اِس پر میں نے عرض کی، ہر چیز پر تیری قدرت کے سبب۔ فرمایا، تُو نے سچ کہا۔ میں نے عرض کی، یااللہ! عزوجل مجھ سے حساب نہ لے بس میری مغفِرت فرمادے۔ فرمایا، جا ایسا ہی کر دیا۔ پھر ارشاد ہوا، اَے احمد! یہ جنّت ہے اس میں داخِل ہو جا۔ جب میں داخِل ہوا تو حضرتِ سیِّدُنا سُفیان ثَوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ وہاں پہلے سے موجود تھے، ان کے دو پر تھے جن سے وہاں ایک کھجور کے دَرَخت سے دوسرے دَرَخت پر اُڑتے پھر رہے تھے اور ان کی زَبان پر جاری تھا، "سب خوبیاں اُس اللہ عَزَّوَجَلَّ کے لئے ہیں جس نے ہم سے کئے ہوئے وعدے کو سچ کر دکھایا اور سر زمینِ جنّت کا ہم کو وارِث بنایا، جنّت میں ہم جہاں چاہتے ہیں ٹِھکانہ بناتے ہیں تو عمل کرنے والوں کا اجر بَہُت ہی بہتر ہے۔" میں نے پوچھا، حضرتِ سیِّدُنا عبدالوَہّاب ورّاق علیہ رَحمۃُ الرَّزّاق کا **کیا حال ہے**؟ تو کہا، میں ان کو نور کے سَمُندر میں چھوڑ آیا ہوں۔ میں نے حضرتِ سیِّدنا بِشر حافی علیہ رحمۃ اللہ الکافی کا حال دریافت کیا تو فرمایا، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں حاضِر ہیں، ان کے سامنے ایک خوان ہے اور رَبِّ کریم جَلَّ جلاَلُہٗ ان پر مُتَوَجِّہ ہے، فرمارہا ہے کہ اَے دُنیا میں نہ کھانے اور نہ پینے والے! اِس جہان میں کھا اور لُطف اُٹھا۔

(شرحُ الصدور ص۲۸۹)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

نماز میں آسمان کی طرف دیکھنا

نماز میں آسمان کی طرف سر اُٹھا کر دیکھنا ناجائز اور گناہ ہے۔ حدیث میں اس کی سخت ممانعت آئی ہے۔ اللہ عزّوَجَلَّ کے مَحبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم فرماتے ہیں: "**کیا حال ہے** اُن لوگوں کا جو نَماز میں آسمان کی طرف آنکھیں اُٹھاتے ہیں اِس سے باز رہیں یا اُن کی آنکھیں اُچک لی جائیں گی۔"

(صَحِیحُ البُخارِی، ج1 ص265 حدیث750)

اِدھر اُدھر مُنہ پھیر کر دیکھنا، چاہے پورا مُنہ پھرایا تھوڑا۔ مُنہ پھیرے بِغیر صِرف آنکھیں پھرا کر اِدھر اُدھر بے ضَرورت دیکھنا مکروہِ تنزیہ ہے اور نادِراً کسی غَرَضِ صَحِیح کے تَحت ہو تو حَرَج نہیں۔

(بہارِ شریعت، حصّہ 3 ص194)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سچا وَجد

اعلیٰحضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں! کہ سچے وجُد (یعنی بے خودی) کی پہچان یہ ہے! کہ فرائض وواجبات میں مُخِل نہ ہو۔ حضرت سَیّدِ ابو الحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ پر ایسا وَجد طاری ہوا۔ کہ تین شب و روز اسی حالت میں گزر گئے۔ سَیّدِ ابو الحسن احمد نوری علیہ الرحمۃ حضرت جُنید بَغدادی علیہ رَحمۃُ الھادی کے زمانے کے تھے۔

کسی نے حضرت سَیّدِ الطائفہ جُنید بَغدادی علیہ رَحمۃُ الھادی سے یہ حالت عرض کی! استفسار فرمایا! نماز کا **کیا حال ہے**؟ عرض کی! نماز کے وقت ہوشیار ہو جاتے ہیں اور پھر وہی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ فرمایا! اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ ان کا وَجد سچا ہے۔ اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں! نماز جب تک باقی ہے، کسی وقت میں معاف نہیں۔ (ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ص ۲۴۱)

ایک صاحب صالحین رَحِمَھُمُ اللّٰہُ الْمُبِین سے تھے، بہت ضعیف ہوئے، مگر پنجگانہ نماز باجماعت ادا فرماتے۔ ایک شب! عشاء کی حاضری میں گر پڑے، چوٹ آئی۔ بعد نماز عرض کی! الٰہی (عَزَّوَجَلَّ) اب میں بہت ضعیف ہو چکا ہوں، بادشاہ اپنے بوڑھے غلاموں کو خدمت سے آزاد کر دیتے ہیں! مجھے بھی آزاد فرمادے۔ ان کی

دعا قبول ہوئی، مگر یوں کہ صبح اٹھے تو مجنون (یعنی دیوانے) ہو چکے تھے۔ (معلوم ہوا جب تک عقل باقی ہے نماز معاف نہیں)۔ (ملفوظات اعلیٰ حضرت، حصہ دوم، ۲۴۲)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن ایک شخص کو لایا جائے گا اور اس کو جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ تو اس کی انتڑیاں جہنم میں نکل پڑیں گی تو وہ اپنی انتڑیوں کے گرد اس طرح چکر لگائے گا جس طرح گدھا اپنی چکی کے گرد چکر لگاتا رہتا ہے۔ تو تمام دوزخی اس کے پاس جمع ہو جائیں گے اور کہیں گے کہ اے فلاں! تیرا **کیا حال ہے؟** کیا تو ہم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم اور بری باتوں سے منع نہیں کرتا تھا۔ تو وہ کہے گا کہ میں تم لوگوں کو اچھی باتوں کا حکم دیتا تھا مگر خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا۔ اور میں تم لوگوں کو بری باتوں سے منع کرتا تھا مگر خود ان کو کیا کرتا تھا۔

(مشکوٰۃ المصابیح، کتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف، الفصل الاول، الحدیث: ۵۱۳۹، ج۳، ص۹۸، صحیح البخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفۃ النار وانھا مخلوقۃ، الحدیث: ۳۲۶۷، ج۲، ص۳۹۶)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

شہر بدر کر دیا گیا

ابو داود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس ایک مخنث حاضر لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں مہندی سے رنگے تھے۔ ارشاد فرمایا: اس کا **کیا حال ہے؟** (یعنی اس نے کیوں مہندی لگائی ہے) لوگوں نے عرض کی، یہ عورتوں سے تشبہ کرتا ہے۔ حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلّم) نے حکم فرمایا، اس کو شہر بدر کر دیا گیا، مدینہ سے نکال کر نقیع کو بھیج دیا گیا۔

("سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب الحکم في المختثین، الحدیث: ۴۹۲۸، ج۴، ص۳۶۸.

چالیس سال تک آسمان کی طرف نہ دیکھا

حضرت سَیِّدُنا عطاء سلمی رضي الله تعالي عنه جنہوں نے خوفِ خدا کی وجہ سے چالیس سال تک آسمان کی طرف نہیں دیکھا اور نہ ہی کسی نے انہیں مسکراتے ہوئے دیکھا، اِن کے بارے میں منقول ہے کہ جب آپ رونا شروع کرتے تو تین دن اور تین رات مسلسل روتے رہتے۔ اسی طرح جب کبھی آسمان پر بادل ظاہر ہوتے اور بجلی کڑکتی تو آپ کے دل کی دھڑکن تیز ہو جاتی، بدن کانپنا شروع ہو جاتا، آپ بے تاب ہو کر کبھی بیٹھ جایا کرتے اور کبھی کھڑے ہو جاتے اور ساتھ ہی روتے ہوئے کہتے، "شاید میری لغزشوں اور گناہوں کی وجہ سے اہلِ زمین کو کسی مصیبت میں مبتلاء کیا جانے والا ہے، جب میں مر جاؤں گا تو لوگوں کو بھی سکون حاصل ہو جائے گا۔"

اس کے علاوہ آپ روزانہ اپنے نفس کو مخاطب کر کے فرماتے، "اے نفس! تو اپنی حد میں رہ اور یاد رکھ تجھے قبر میں بھی جانا ہے، پلِ صراط سے بھی گزرنا ہے، دشمن (یعنی آنکڑے) تیرے ارد گرد موجود ہوں گے جو تجھے دائیں بائیں کھینچیں گے، اس وقت قاضی، رب تعالیٰ کی ذات ہو گی اور جیل، جہنم ہو گی جبکہ اس کا داروغہ سَیِّدُنا مالک علیہ السلام ہوں گے۔ اس دن کا قاضی ناانصافی کی طرف مائل نہیں ہو گا اور نہ داروغہ کوئی رشوت قبول کریگا (معاذ اللہ) اور نہ ہی جیل توڑنا ممکن ہو گا کہ تو وہاں سے فرار ہو سکے، قیامت کے دن تیرے لئے ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ اس کا بھی علم نہیں کہ فرشتے مجھے کہاں لے جائیں گے، عزت وآرام کے مقام جنت میں یا حسرت اور تنگی کی جگہ جہنم میں؟۔۔۔۔۔" اس دوران آپ کی چشمانِ مبارک سے آنسو بھی بہتے رہتے۔

جب آپ کا انتقال ہو گیا تو حضرت صالح مری رضي الله تعالي عنه نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا، "مَافَعَلَ اللّٰهُ بِكَ. یعنی اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک فرمایا؟" تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ "رب تعالیٰ نے مجھے ابدی عزت عطا کی ہے اور بہت سے نعمتوں سے نوازا ہے۔" یہ سن کر حضرت صالح مری رضي الله تعالي عنه نے کہا، "آپ دنیا میں تو بڑے غم زدہ اور پریشان رہا کرتے تھے اور ہر وقت روتے رہتے تھے، بتائیے! اب **کیا حال ہے**؟" تو آپ نے جواب دیا، "اب تو اللہ عزوجل کے فضل سے بہت خوش ہوں اور مسکراتا رہتا ہوں، میرے رب عزوجل نے مجھ سے فرمایا، "اے نیک بندے! تو اس قدر گریہ وزاری کیوں کیا کرتا تھا؟" میں نے عرض کی، "اے اللہ عزوجل! صرف اور صرف تیرے خوف کی وجہ سے۔" تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا، "میرے بندے! کیا تجھے علم نہ تھا کہ میں بڑا غفور اور مہربان ہوں۔" (اور میری بخشش فرما دی)

(حکایات الصالحین، ص ۵۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

راستے کا کانٹا ہٹانے نے بخشش کرادی

حضرت سَیِّدُنا منصور بن زکی رضي الله تعالي عنه جب مرض الموت میں مبتلاء ہوئے تو رونے لگے اور اتنا بے قرار ہوئے، جیسے کوئی ماں اپنے بچے کی موت پر بے قرار ہوتی ہے۔ لوگوں نے پوچھا، "حضرت! آپ کیوں رو رہے ہیں؟ جبکہ آپ نے تو بڑی پاکیزہ اور پرہیز گاری کی زندگی بسر کی ہے اور اَسّی برس اپنے رب تعالیٰ کی عبادت و بندگی کی ہے۔"

آپ نے فرمایا، "میں اپنے گناہوں کی نحوست پر آنسو بہا رہا ہوں، جن کی وجہ سے میں اپنے رب تعالیٰ کی رحمت سے دور ہوں۔" یہ فرما کر آپ دوبارہ رونے لگے۔

پھر کچھ دیر بعد اپنے بیٹے سے مخاطب ہو کر فرمایا، "میرے بیٹے! میرا چہرہ قبلہ کی طرف پھیر دو اور جب میری پیشانی سے قطرے نمودار ہونے لگیں اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلیں تو میری مدد کرنا اور کلمہ شریف پڑھنا، شاید مجھے کچھ افاقہ ہو جائے۔ اور میرے مرنے کے بعد جب مجھے دفن کر و اور میری قبر پر مٹی ڈال چکو تو وہاں سے روانہ ہونے میں جلدی نہ کرنا بلکہ میری تُربت کے سرہانے کھڑے ہو کر "لا اله الا الله محمد رسول الله" پڑھنا کہ اس سے مجھے منکر نکیر کے سوالوں کا جواب دینے میں آسانی ہو سکتی ہے، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر یہ دعا کرنا، "اے مالک و مولا! یہ تیرا بندہ ہے، اس نے جو گناہ کئے سو کئے، اگر تو اسے عذاب دے تو یہ اسی کا حق دار ہے اور اگر تُو اسے معاف کر دے تو یہ تیرے شایان شان ہے۔" پھر مجھے الوداع کہتے ہوئے واپس پلٹ آنا۔"

آپ کے انتقال کے بعد بیٹے نے آپ کی وصیت پر حرف بحرف عمل کیا۔ پھر اس نے دوسری رات خواب میں آپ کو دیکھا تو پوچھا، "ابا جان! **کیا حال ہے؟**" آپ نے جواب دیا، "میرے بیٹے! معاملہ تو اتنا مشکل اور سخت تھا کہ تو تصور بھی نہیں کر سکتا، جب میں اپنے رب عزوجل کی بارگاہ میں حساب کے لئے کھڑا ہوا تو اس نے فرمایا، "میرے بندے! بتاؤ، میرے لئے کیا لے کر آئے ہو؟" میں نے عرض کی، "یاالله عزوجل! ساٹھ حج لایا ہوں۔" جواب ملا، "مجھے ان میں سے ایک بھی قبول نہیں۔" یہ سن کر مجھ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ الله

تعالٰی نے پھر پوچھا،"بتاؤ! اور کیا لائے ہو؟" میں نے عرض کی،"ایک ہزار درہم کا صدقہ وخیرات۔" ارشاد فرمایا،" ان میں سے ایک درہم بھی مجھے قبول نہیں۔" میں نے کہا،"یا الٰہی عزوجل! پھر تو میں ہلاک ہو گیا اور اب میرے لئے تباہی وبربادی ہے۔"تو رب تعالٰی نے فرمایا،"کیا تجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ تو اپنے گھر سے باہر کہیں جا رہا تھا کہ راستے میں تو نے ایک کانٹا دیکھا اور لوگوں کو اذیت سے محفوظ رکھنے کی نیت سے وہ کانٹا راستے سے ہٹا دیا تھا، میں نے تیرا وہی عمل قبول کیا اور اس کی وجہ سے تیری بخشش کر دی۔" (حکایات الصالحین، ص ۵۱)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

میرا دل ٹوٹ گیا

شریف ابو عبد اللہ محمد بن الخضر الحسینی نے حدیث بیان کی، کہا مجھ سے میرے والد نے فرمایا کہ میں حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے ساتھ تھا حضور نے ایک فقیر شکستہ دل دیکھا، فرمایا تیرا **کیا حال ہے؟** عرض کی آج میں کنارۂ دجلہ پر گیا ملاح سے کہا مجھے اس پار لے جا، اس نے نہ مانا، محتاجی کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا، فقیر کی بات ابھی پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک صاحب ایک تھیلی میں تیس اشرفیاں حضور کی نذر لائے حضور نے فقیر سے فرمایا یہ لو اور جا کر ملاح کو دو اور اس سے کہنا کبھی کسی فقیر کو نہ پھیرے، اور حضور نے اپنا قمیص مبارک اتار کر اس فقیر کو عطا فرمایا وہ اس سے بیس اشرفیوں کو خریدا گیا۔

(بہجۃ الاسرار ذکر شیئ من شرائف اخلاقہ رضی اللہ عنہ مصطفی البابی مصر ص ۱۰۴) (فتاوی رضویہ جلد ۱۳ ص ۱۶۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: مابال اناس یشترطون شروطا لیست فی کتاب اللہ، من اشترط شرطا لیس فی کتاب اللہ فلیس لہ﴿وفی روایۃ فھو باطل﴾ وان شرط مائۃ مرۃ شرط اللہ احق واوثق۔ رواہ الشیخان عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ ترجمہ: ان لوگوں کا **کیا حال ہے** جو ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ تعالٰی کی کتاب میں نہیں، جس نے ایسی شرط لگائی جو کتاب اللہ میں نہیں، تو وہ اس کے لئے نہ ہو گی، اور ایک روایت میں ہے کہ وہ باطل ہے، اگر سو بار شرط لگائے اللہ تعالٰی کی شرط زیادہ

حق والی اور زیادہ پختگی والی ہے۔ اس کو شیخین نے ام المومنین (سیدہ عائشہ صدیقہ) رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ واللہ تعالٰی اعلم (صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الولاء قدیمی کتب خانہ پشاور ۱ / ۳۷۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

آگ میں ہوں

آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ولادت کی خبر جب ثویبہ جاریہ ابی لہب نے ابولہب کو سنائی اس وقت ابولہب نے خوش ہو کر ثویبہ کو آزاد کر دیا پھر کئی دن تک ثویبہ نے حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دودھ پلایا، پھر ابولہب کو اس کے مرنے کے بعد خواہ حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یا اور کسی نے خواب میں دیکھا اور پوچھا: **کیا حال ہے** تیرا؟ بولا: آگ میں ہوں لیکن تخفیف ہوتی ہے۔ ہر دوشنبہ کی رات اور چوستا ہوں دو انگلیوں سے پانی، جن کے اشارے سے آزاد کیا تھا ثویبہ کو۔

(۱ المواہب اللدنیہ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱ / ۱۴۷) (فتاوی رضویہ جلد ۳۰ ص ۱۸)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اللہ تعالٰی کو زیادہ جانتا ہوں

روایت ہے حضرت عائشہ سے فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کوئی کام کیا پھر اس کی اجازت ہو گئی مگر ایک گروہ نے اس سے پرہیز کیا یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپ نے خطبہ پڑھا اور اللہ کی حمد کی پھر فرمایا کہ ان لوگوں کا **کیا حال ہے** کہ ان چیزوں سے بچتے ہیں جو میں کرتا ہوں اللہ کی قسم میں ان سب سے اللہ کو زیادہ جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے خوف والا ہوں (مسلم، بخاری)

(مراۃ جلد اول ص ۱۴۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

کمائی نہیں کرتے

حضرت ام الدرداء رضی اللہ عنہا سے روایت، آپ فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت ابو الدرداء سے کہا کہ آپ کا **کیا حال ہے** کہ آپ کمائی نہیں کرتے جیسی فلاں کرتا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ تمہارے لیے سخت پہاڑ ہیں جنہیں بوجھل لوگ طے نہ کر سکیں گے میں چاہتا ہوں کہ ان پہاڑوں کے لیے ہلکا ہوں۔ (مراۃ جلد اول ۷ ص ۵۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

جنت اور دوزخ کا مناظرہ

روایت ہے حضرت ابوہریرہ سے فرماتے ہیں فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جنت اور دوزخ نے مناظرہ کیا تو دوزخ بولی کہ میں غرور والوں جابروں سے خاص کی گئی ہوں جنت بولی کہ پھر میرا **کیا حال ہے** کہ مجھ میں صرف کمزور لوگ ان میں سے گرے پڑے سیدھے سادھے ہی داخل ہوں گے اللہ تعالٰی نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے تیرے ذریعے جس بندے پر چاہوں گا رحم کروں گا اور دوزخ سے فرمایا تو میرا عذاب ہے تیرے ذریعہ جس بندے پر چاہوں گا عذاب کروں گا تم میں سے ہر ایک کا بھرنا طے شدہ ہے لیکن آگ تو وہ نہ بھرے گا حتی کہ اللہ تعالٰی اپنا قدم رکھے گا تو کہے گی بس بس اس وقت بھر جاوے گی اور بعض بعض کی طرف سمٹ جاوے گی اللہ تعالٰی اپنی کسی مخلوق پر ظلم نہ کرے گا رہی جنت تو اللہ تعالٰی اس کے لیے ایک مخلوق پیدا کرے گا۔ (مراۃ جلد اول ۷ ص ۵۲۶)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

خبر معلوم کرنے کی نِرالی حِکایت

کسی کی خیر خبر معلوم کرنے پر اگر وہ حاجت مَند ظاہِر ہو تو ممکِنہ صورت میں اُس کی مدد کرنی چاہیئے۔ ''کیمیائے سعادت ''میں ہے: سَیِّدُ الْمُعَبِّرِین حضرتِ سیِّدُنا **امام محمد ابنِ سیرین** عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن نے ایک آدَمی سے پوچھا: **کیا حال ہے**؟ جوابدیا: (بہت بُرا حال ہے کہ) کثیرُ العِیال ہوں، (یعنی بال بچّے زیادہ ہیں) اَخراجات پاس نہیں، اوپر سے 500 دِرْہم کا قرضدار بھی ہوں، یہ سُن کر حضرتِ سیِّدُنا امام محمد ابنِ سیرین عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن اپنے گھر تشریف لائے، ایک ہزار دِرہم اُٹھائے اور اُس دُکھیارے کے پاس آئے اور سارے درہم اُسے عطا فرمائے اور فرمایا: 500 دِرہم سے قَرض ادا کیجئے اور 500 گھر کے خَرْچ میں اِستِعمال فرمایئے۔ پھر آپ رَحمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے عَہد کیا کہ ''کسی سے حال نہیں پوچھوں گا۔ ''حُجَّۃُ الْاِسلام حضرتِ

سیِّدُنا امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الوالی یہ **حکایت** نَقْل کرنے کے بعد فرماتے ہیں :"حضرتِ سیِّدُنا امام محمد ابنِ سِیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن نے اِس خوف سے آیندہ کسی سے حال دریافْت نہ کرنے کا عَہْد کیا کہ اگر خود پوچھ کر خبر معلوم کرنے کے بعد میں نے اُس کی مدد نہ کی تو پوچھنے کے مُعاملے میں **منافِق** ٹھہروں گا۔" وَاللّٰہُ اَعلَمُ و رسولُہٗ اَعلَم عَزَّوَجَلَّ و صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم۔

(کیمیائے سعادت، ج۱ص۴۰۸)

اللہ عَزَّوَجَلَّ کی اُن پر رَحمت ہو اور ان کے صَدقے ہماری بے حساب **مغفِرت** ہو۔

مجھے دے خود کو بھی اور ساری دنیا والوں کو　　　　سُدھارنے کی تڑپ اور حوصَلہ یاربّ

(وسائلِ بخشش ص۹۶)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　　　　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

صالِح نوجوان کو ملنے والا اِنعام

دعوتِ اسلامی کے اِشاعتی اِدارے مکتبۃُ المدینہ کے مطبوعہ 56 صفْحات پر مشتمل رِسالے **"کراماتِ فاروقِ اَعظم"** صَفْحہ 24 پر ہے: مُشیرِ رسول، امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عُمَر فاروقِ اَعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ ایک مرتبہ ایک صالِح (یعنی پرہیز گار) نوجوان کی قَبْر پر تشریف لے گئے اور فرمایا: اے فلاں! اللہ عَزَّوَجَلَّ نے وعدہ فرمایا ہے:

وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ ﴿۴۶﴾ (پ۲۷، الرَّحمٰن: ۴۶)

ترجمۂ کنزالایمان: اور جو اپنے ربّ کے حُضُور کھڑے ہونے سے ڈرے اُس کے لیے دو جنّتیں ہیں۔

اے نوجوان! بتا! تیرا قَبْر میں **کیا حال ہے؟** اُس صالِح (باعمل) نوجوان نے قَبْر کے اندر سے آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ کا نام لے کر پکارا اور بآوازِ بلند دو مرتبہ جواب دیا: رَبِّیْ عَزَّوَجَلَّ فِی الْجَنَّۃِ یعنی میرے ربّ عَزَّوَجَلَّ نے یہ **دونوں جنّتیں مجھے عطا فرمادی ہیں۔**" (تاریخ مدینہ دمشق، ۴۵/۴۵۰)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

سُبْحٰنَ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ! اِس واقِعے سے پتا چلا کہ جو شخص نیکیوں بھری زندگی گزارے گا اور خوفِ خدا

عَزَّوَجَلَّ سے لرزاں وتَرساں رہے گا، وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمتِ کاملہ سے دو جنّتوں کا مستحق ٹھہرے گا۔ لہٰذا جَوانی کو نیکی وپرہیز گاری میں صَرف کیجئے، خواہشاتِ نفسانی کی پیروی سے بچئے، ابھی سے سنبھل جائیے! یاد رکھئے! یہ حُسن وجَوانی دولتِ فانی ہے اور اِس پر غرور وتکبُّر حَماقت ونادانی ہے۔

ڈھل جائے گی یہ جوانی جس پہ تجھ کو ناز ہے　　　تُو بجالے چاہے جتنا چار دن کا ساز ہے

صَلُّوْا عَلَی الْحَبِیْب!　صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی مُحَمَّد

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

زیادہ کوشش کریں گے

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے میرے ان بندوں کا **کیاحال ہے** جو عمل میں کوشش کرتے ہیں؟ وہ عرض کرتے ہیں یا اللہ! تونے انہیں ایک چیز سے ڈرایا ہے پس وہ اس سے ڈرتے ہیں اور تونے ان کو ایک بات کا شوق دلایا تو وہ اس کے مشتاق ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر میرے بندے مجھے دیکھ لیں تو کیسا ہو؟ وہ کہتے ہیں اس صورت میں وہ زیادہ کوشش کریں گے۔ (فیضان احیاء العلوم ص ۱۱۱)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

کشتی ٹوٹ گئی

ایک شخص نے حضرت سیدنا حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ سے پوچھا اے ابو سعید (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)! آپ نے صبح کیسے کی؟ انہوں نے فرمایا اچھی طرح۔۔۔۔۔ پوچھا **کیاحال ہے**؟ اس پر حضرت سیدنا حسن (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) مسکرائے اور فرمایا تم میری حالت پوچھتے ہو ان لوگوں کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو کشتی میں سوار ہوئے جب دریا کے درمیان پہنچے تو کشتی ٹوٹ گئی اور ان میں سے ہر ایک' ایک لکڑی کے ساتھ لٹک گیا تو وہ کس حال میں ہو گا؟ اس نے کہا سخت حالت میں ہو گا حضرت سیدنا حسن رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری حالت ان کی حالت سے بھی زیادہ سخت ہے۔　(فیضان احیاء العلوم ص ۲۲۸)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

دوست کی لغزشوں اور خطاؤں کو معاف کردینا

حضرت سیدنا عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی ایک روایت میں ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک شخص کو اپنا بھائی بنایا تھا وہ شام کی طرف چلا گیا جب ایک شخص شام سے آیا تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے اس کے بارے میں پوچھا اور فرمایا میرے بھائی کا **کیا حال ہے**؟ اس نے کہا وہ تو شیطان کا بھائی ہے آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا اس نے بہت کبیرہ گناہ کئے حتیٰ کہ شراب نوشی میں مبتلا ہو گیا آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا جب جانے لگو تو مجھے بتانا چنانچہ جب وہ جانے لگا تو آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے ایک خط لکھا جس میں آپ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے یوں لکھا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝ حٰمٓ ۚ﴿۱﴾ تَنۡزِیۡلُ الۡکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الۡعَزِیۡزِ الۡعَلِیۡمِ ۙ﴿۲﴾ غَافِرِ الذَّنۡۢبِ وَ قَابِلِ التَّوۡبِ شَدِیۡدِ الۡعِقَابِ ۙ ذِی الطَّوۡلِ ؕ

ترجمۂ کنزالایمان" یہ کتاب اتارنا ہے اللہ (عزوجل) کی طرف سے جو عزت والا' علم والا' گناہ بخشنے والا' اور توبہ قبول کرنے والا' سخت عذاب کرنے والا' بڑے انعام والا" (پارہ ۲۴' سورہ غافر اسے سورہ مؤمن بھی کہا جاتا ہے آیت ۱)

پھر اسے عتاب و ملامت کی ۔۔۔۔۔۔ جب اس نے خط پڑھا تو رویا اور کہا "اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا اور حضرت عمر فاروق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے مجھے نصیحت فرمائی چنانچہ اس نے توبہ کی اور رجوع کر لیا۔"

(فیضان احیاء العلوم ص ۳۰۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

شکایت کیسی؟

صَدرُ الشَّریعہ، بدرُ الطَّریقہ حضرتِ علّامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃُ اللہِ القوی کا بیان ہے: ایک مرتبہ **اعلیٰ حضرت** (رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ) علیل تھے، میں عیادت کو گیا، حسبِ محاورہ پوچھا: حضور! اب شکایت کا **کیا حال ہے**؟ فرمایا: شکایت کس سے ہو؟ **اللہ** سے نہ تو شکایت پہلے تھی نہ اب ہے، بندہ کو خدا سے کیسی شکایت! (صَدرُ الشَّریعہ رحمۃُ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:) میں نے زندگی بھر کے لئے اس محاورے سے توبہ کر لی۔ (فتاویٰ امجدیہ، ۲/۳۸۸)

بخار کی شکایت، درد کی شکایت؟

اعلیٰ حضرت، امامِ اہلِسنّت، مجدّدِ دین وملّت، مولانا شاہ امام احمد رضاخان علیہ رحمۃ الرَّحمٰن فرماتے ہیں :عوام وخواص کے یہ بھی زبان زد ہے کہ بخار کی شکایت ہے، دردِ سر کی شکایت ہے، زکام کی شکایت ہے، وغیرہ وغیرہ۔ یہ نہ (کہنا) چاہیے، اس لیے کہ جملہ اَمراض کا ظہور مِنْجَانِبِ اللّٰہ ہوتا ہے تو شکایت کیسی!

(حیاتِ اعلیٰ حضرت، ۳ / ۹۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

زمین نے قبول نہ کیا

روایت ہے حضرت انس سے فرماتے ہیں کہ ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کاتب وحی تھا وہ اسلام سے پھر گیا اور مشرکین سے جاملا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے زمین قبول نہ کرے گی مجھے ابو طلحہ نے خبر دی کہ وہ اس زمین میں گئے جہاں وہ مرا تھا اسے باہر پھینکا ہوا پایا پوچھا اس میت کا **کیا حال ہے** لوگوں نے کہا کہ ہم نے اس کو بارہا دفن کیا اسے زمین نے قبول نہ کیا (مسلم، بخاری)

(مراۃ جلد ۸ ص ۱۵۶)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حالتِ نزع میں

حضرت علقمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نماز، روزہ اور صدقہ جیسی عبادات کی ادائیگی میں حد درجہ کوشش کرتے، وہ بیمار ہوگئے اور ان کا مرض طول پکڑ گیا، انہوں نے اپنی بیوی کو سرکارِ مدینہ، راحتِ قلب وسینہ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمتِ سراپا عظمت میں یہ پیغام دے کر بھیجا: ''یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا شوہر علقمہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ حالتِ نزع میں ہے، میں نے چاہا کہ آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو اس کی حالت سے آگاہ کروں۔''

آپ صَلَّی اللّٰہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدُنا عمار، حضرت سیّدُنا بلال اور حضرت سیّدُنا صہیب رومی رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کو بھیجا اور ارشاد فرمایا: ''ان کے پاس جائیں اور انہیں کلمۂ شہادت

کی تلقین کریں۔ ''لہٰذا وہ سب حضرت سیّدُنا علقمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کے پاس آئے اور انہیں حالتِ نزع میں پا کر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کی تلقین کرنا شروع کر دی لیکن ان کی زبان اسے ادا نہیں کر پا رہی تھی، انہوں نے سیّدِ عالم ،نُورِ مجسَّم صلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے پاس صورتِ حال عرض کی، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا:''کیا اس کے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ ''عرض کی گئی:''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! ان کی بوڑھی ماں ہے۔ ''آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک قاصد کو یہ پیغام دے کر اُن کے پاس بھیجا: ''اگر آپ میرے پاس آسکتی ہیں تو آجائیں ورنہ گھر میں ہی میرا انتظار کریں یہاں تک کہ میں آجاؤں۔''

جب قاصد نے جا کر انہیں یہ بتایا تو وہ کہنے لگی:''میری جان آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! میرا زیادہ حق بنتا ہے کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضری دوں۔ ''وہ لاٹھی کے سہارے کھڑی ہو گئی اور دوجہاں کے تاجْوَر، سلطانِ بَحر وبَر صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی بارگاہِ بے کس پناہ میں حاضر ہو کر سلام عرض کیا، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے بھی اسے سلام کا جواب مرحمت فرمایا اور ارشاد فرمایا:''اے علقمہ کی ماں! تم سچ بولو یا جھوٹ، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے وحی آچکی ہے، آپ کے بیٹے علقمہ کا کیا حال تھا؟ ''اس نے عرض کی:''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ بہت زیادہ نماز پڑھنے والا، روزے رکھنے والا اور صدقہ دینے والا تھا۔ ''پھر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا:**''تمہارا کیا حال ہے؟''** عرض کی:''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں تو اس پر ناراض ہوں۔ ''پوچھا: ''کس وجہ سے؟ ''عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! وہ اپنی بیوی کو مجھ پر ترجیح دیتا اور میری نافرمانی کیا کرتا تھا۔ ''

سرکارِ نامدار، مدینے کے تاجدار صلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلم نے ارشاد فرمایا: ''علقمہ کی ماں کی ناراضی نے اس کی زبان کو کلمۂ شہادت پڑھنے سے روک دیا ہے۔ ''پھر ارشاد فرمایا:''اے بلال! جاؤ اور بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کرو۔ ''اس عورت نے عرض کی:''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! انہیں کیا کریں گے۔''ارشاد فرمایا:''علقمہ کو آگ میں جلاؤں گا۔''اس نے عرض کی:''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرا دل برداشت نہیں کر سکتا کہ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم میرے بیٹے کو میرے سامنے

آگ میں جلائیں۔ ''ارشاد فرمایا:''اے علقمہ کی ماں! اللہ عَزَّوَجَلَّ کا عذاب تو اس سے بھی سخت اور ہمیشہ رہنے والا ہے، اگر تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کی مغفرت فرمادے تو اس سے راضی ہو جا، اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے! جب تک تم اپنے بیٹے سے ناراض رہو گی اس وقت تک اس کی نماز، روزہ اور صدقہ اسے نفع نہ دے گا۔ ''اس نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں اللہ عَزَّوَجَلَّ، اس کے فرشتوں اور یہاں موجود مسلمانوں کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے علقمہ سے راضی ہو چکی ہوں۔''

اللہ عَزَّوَجَلَّ کے پیارے حبیب صلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:''اے بلال! اس کے پاس جاؤ اور دیکھو کہ کیا وہ (کلمۂ طیبہ) لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھنے کی استطاعت رکھتا ہے یا نہیں؟ ہو سکتا ہے کہ علقمہ کی ماں نے مجھ سے حیا کرتے ہوئے وہ بات کہہ دی ہو جو اس کے دل میں نہ ہو۔ ''حضرت سیِّدُنا بلال رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ تشریف لے گئے اور حضرت علقمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کو گھر کے اندر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ پڑھتے ہوئے سنا تو انہوں نے اندر آکر فرمایا: ''اے لوگو! بے شک علقمہ کی زبان کو اس کی ماں کی ناراضی نے کلمۂ شہادت پڑھنے سے روک دیا تھا اور اس کی رضامندی نے اب اس کی زبان کو آزاد کر دیا ہے۔ ''پھر اسی دِن حضرت سیِّدُنا علقمہ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ وصال فرما گئے۔

نور کے پیکر، تمام نبیوں کے سَرْوَر صلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم تشریف لائے اور انہیں غسل دینے اور کفن پہنانے کا حکم ارشاد فرمایا، پھر ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ان کی تدفین کے وقت تک موجود رہے، پھر ان کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا:''اے مہاجرین وانصار! جس نے اپنی بیوی کو اپنی ماں پر فضیلت دی اس پر اللہ عَزَّوَجَلَّ، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے نہ نفل قبول فرمائے گا نہ ہی فرض مگر یہ کہ وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں توبہ کرے اور اپنی ماں سے حسنِ سلوک کرے اور اس کی رضا چاہے، اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رضا ماں کی رضامندی میں ہے اور اللہ عَزَّوَجَلَّ کی ناراضی ماں کی ناراضی میں ہے۔''

(جہنم میں لے جانے والے اعمال جلد دوم ص ۲۵۱۔۲۵۳)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

بہت برا حال ہے

ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: میں نے ایک شخص کو مرنے کے بعد خواب میں دیکھا جو ظلم کرنے والوں اور ٹیکس لینے والوں کی خدمت کیا کرتا تھا، وہ بہت بری حالت میں تھا، میں نے پوچھا: "تیرا **کیا حال ہے؟**" اس نے بتایا: "بہت برا حال ہے۔" میں نے دوبارہ پوچھا: "تیرا کیا انجام ہوا؟" اس نے بتایا: "مجھے عذاب الٰہی میں مبتلا کیا گیا۔" میں نے مزید پوچھا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں ظالموں کا کیسا حال ہے؟" کہنے لگا: "بہت برا حال ہے، کیا تم نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کا یہ فرمانِ عبرت نشان نہیں سنا؟

وَ سَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْۤا اَیَّ مُنْقَلَبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ ﴿۲۲۷﴾ (پ۱۹، الشعراء:۲۲۷)

ترجمۂ کنزالایمان: اور اب جاننا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔

(جہنم میں لے جانے والے اعمال جلد دوم ص۴۴۵۔۴۴۶)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

مجھے دِلی سکون ملتا ہے

دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوا اور نظر بچا کر آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو دیکھنے لگا اور کسی طرف متوجہ نہ ہوا، تو آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے فرمایا: **کیا حال ہے؟** عرض کی: میرے ماں باپ آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر قربان! آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی طرف نظر کرنے سے مجھے دِلی سکون ملتا ہے۔ بروزِ قیامت جب اللہ آپ کو بلند مرتبہ عطا فرمائے گا (تو اس وقت میرا کیا حال ہو گا میں تو آپ کی زیارت سے محروم ہو جاؤں گا؟) اس پر مذکورہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ (الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم ۲/۲۰)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

حضرتِ عُزَیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا واقعہ

جب بُخت نصر بادشاہ نے بیتُ المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل کو قتل و غارَت گری کرکے تباہ کر ڈالا تو ایک مرتبہ حضرتِ عُزَیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کا وہاں سے گزر ہوا، آپ کے ساتھ ایک برتن کھجور اور

ایک پیالہ انگور کا رس تھا اور آپ ایک گدھے پر سوار تھے، تمام بستی میں پھرے لیکن کسی شخص کو وہاں نہ پایا، بستی کی عمارتیں گری ہوئی تھیں، آپ نے تعجب سے کہا "اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا" اللہ تعالیٰ انہیں ان کی موت کے بعد کیسے زندہ کرے گا۔ اس کے بعد آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی سواری کے جانور کو وہاں باندھ دیا اور خود آرام فرمانے لگے، اسی حالت میں آپ کی روح قبض کر لی گئی اور گدھا بھی مر گیا۔ یہ صبح کے وقت کا واقعہ ہے، اس سے ستر برس بعد اللہ تعالیٰ نے ایران کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کو غلبہ دیا اور وہ اپنی فوجیں لے کر بیتُ المقدس پہنچا، اس کو پہلے سے بھی بہتر طریقے پر آباد کیا اور بنی اسرائیل میں سے جو لوگ باقی رہ گئے تھے وہ دوبارہ یہاں آکر بیتُ المقدس اور اس کے گردونواح میں آباد ہو گئے اور ان کی تعداد بڑھتی رہی۔ اس پورے عرصے میں اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کو دنیا کی آنکھوں سے پوشیدہ رکھا اور کوئی آپ کو نہ دیکھ سکا، جب آپ کی وفات کو سو سال گزر گئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو زندہ کیا، پہلے آنکھوں میں جان آئی، ابھی تک تمام جسم میں جان نہ آئی تھی۔ بقیہ جسم آپ کے دیکھتے دیکھتے زندہ کیا گیا۔ یہ واقعہ شام کے وقت غروبِ آفتاب کے قریب ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے فرمایا: تم یہاں کتنے دن ٹھہرے؟ آپ نے اندازے سے عرض کیا کہ ایک دن یا اس سے کچھ کم وقت۔ آپ کا خیال یہ ہوا کہ یہ اسی دن کی شام ہے جس کی صبح کو سوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: تم یہاں ایک سو سال ٹھہرے ہو۔ اپنے کھانے اور پانی یعنی کھجور اور انگور کے رس کو دیکھو کہ ویسا ہی صحیح سلامت باقی ہے، اس میں بو تک پیدا نہیں ہوئی اور اپنے گدھے کو دیکھو کہ اس کا **کیا حال ہے**، چنانچہ آپ نے دیکھا کہ وہ مر چکا ہے، اس کا بدن گل گیا اور اعضاء بکھر گئے ہیں، صرف سفید ہڈیاں چمک رہی تھیں۔ آپ کی آنکھوں کے سامنے اس کے اعضاء جمع ہوئے، اعضاء اپنی اپنی جگہ پر آئے، ہڈیوں پر گوشت چڑھا، گوشت پر کھال آئی، بال نکلے پھر اس میں روح پھونکی گئی اور وہ اٹھ کھڑا ہوا اور آواز نکالنے لگا۔ آپ نے اللہ تعالیٰ کی قدرت کا مشاہدہ کیا اور فرمایا میں خوب جانتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہر شئے پر قادر ہے یعنی یقین تو پہلے ہی تھا، اب عینُ الیَقین حاصل ہو گیا۔ پھر آپ اپنی اس سواری پر سوار ہو کر اپنے محلہ میں تشریف لائے سرِ اقدس اور داڑھی مبارک کے بال سفید تھے، عمر وہی چالیس سال کی تھی، کوئی آپ کو نہ پہچانتا تھا۔ اندازے سے اپنے مکان پر پہنچے، ایک ضعیف بڑھیا ملی جس کے پاؤں رہ گئے تھے، وہ نابینا ہو گئی تھی، وہ آپ کے گھر کی باندی تھی اور اس نے آپ کو دیکھا ہوا تھا، آپ نے اس سے دریافت فرمایا کہ یہ عُزیر کا مکان ہے

اس نے کہا ہاں، لیکن عُزیر کہاں، انہیں تو غائب ہوئے سو سال گزر گئے۔ یہ کہہ کر وہ خوب روئی۔ آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا: میں عُزیر ہوں، اس نے کہا، سُبْحَانَ الله! یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے سو سال موت کی حالت میں رکھ کر پھر زندہ کیا ہے۔ اس نے کہا، حضرت عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام مُسْتَجَابُ الدَّعْوَات تھے، جو دعا کرتے قبول ہوتی، آپ دعا کیجئے کہ میری آنکھیں دوبارہ دیکھنا شروع کردیں تاکہ میں اپنی آنکھوں سے آپ کو دیکھوں۔ آپ نے دعا فرمائی اور وہ عورت بینا ہوگئی۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، خدا کے حکم سے اٹھ۔ یہ فرماتے ہی اس کے معذور پاؤں درست ہوگئے۔ اس نے آپ کو دیکھ کر پہچانا اور کہا میں گواہی دیتی ہوں کہ آپ بے شک حضرتِ عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہیں۔ وہ آپ کو بنی اسرائیل کے محلے میں لے گئی، وہاں ایک مجلس میں آپ کے فرزند تھے جن کی عمر ایک سو اٹھارہ سال کی ہوچکی تھی اور آپ کے پوتے بھی تھے جو بوڑھے ہوچکے تھے۔ بڑھیا نے مجلس میں پکارا کہ یہ حضرت عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام تشریف لائے ہیں۔ اہلِ مجلس نے اس عورت کو جھٹلایا۔ اس نے کہا، مجھے دیکھو، ان کی دعا سے میری حالت ٹھیک ہوگئی ہے۔ لوگ اٹھے اور آپ کے پاس آئے، آپ کے فرزند نے کہا کہ میرے والد صاحب کے کندھوں کے درمیان سیاہ بالوں کا ایک ہلال یعنی چاند تھا، جسم مبارک کھول کر دکھایا گیا تو وہ موجود تھا، نیز اس زمانہ میں توریت کا کوئی نسخہ باقی نہ رہا تھا، کوئی اس کا جاننے والا موجود نہ تھا۔ آپ نے تمام توریت زبانی پڑھ دی۔ ایک شخص نے کہا کہ مجھے اپنے والد سے معلوم ہوا کہ بخت نصر کی ستم انگیزیوں کے بعد گرفتاری کے زمانہ میں میرے دادا نے توریت ایک جگہ دفن کردی تھی اس کا پتہ مجھے معلوم ہے اس پتہ پر جستجو کرکے توریت کا وہ دفن شدہ نسخہ نکالا گیا اور حضرت عُزیر عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے اپنی یاد سے جو توریت لکھائی تھی اس سے مقابلہ کیا گیا تو ایک حرف کا فرق نہ تھا۔

(خازن، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۲۰۳-۲۰۲/۱، جمل، البقرۃ، تحت الآیۃ: ۲۵۹، ۳۲۵/۱، ملتقطاً)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

قرآنِ مجید کی تلاوت اور اس کے اَحکام پر عمل کی ترغیب

قرآنِ کریم سے متعلق حضرت عبداللہ بن عمرو رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمَا سے روایت ہے کہ قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک قرآن جہاں سے آیا تھا وہیں لوٹ نہ جائے۔ عرش کے گرد قرآن کی ایسی

جھنجھناہٹ ہوگی جیسی شہد کی مکھی کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن سے فرمائے گا ”تیرا **کیا حال ہے**۔ قرآن عرض کرے گا: اے میرے رب! عَزَّوَجَلَّ، میں تیرے پاس سے گیا اور تیری ہی طرف لوٹ آیا ہوں، میری تلاوت تو کی گئی لیکن میرے احکامات پر عمل نہ کیا گیا۔ (مسند الفردوس، باب لام الف، ۵/۷۹، الحدیث: ۷۵۱۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

مَال کا وبال

ثَعْلَبہ بن حاطب نے سرکار دوعالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں عرض کی: یارسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) آپ دعا فرمائیں کہ اللہ مجھے مالدار بنادے میں وعدہ کرتا ہوں کہ اللہ نے مجھے بہت سا مال دے دیا تو میں زکوۃ ادا کرنے کے علاوہ غربا و مساکین اور یتیموں بیواؤں کی خیرات و صدقات کے ذریعے مالی امداد کروں گا اور راہِ خدا میں کثرت سے مال خرچ کرتا رہوں گا، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا: اے ثعلبہ! تھوڑا مال جس کا تُو شکر ادا کرے بہتر ہے اُس سے جس کا شکر ادا نہ کرسکے، چند یوم بعد ثعلبہ نے حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی خدمت میں دوبارہ یہی درخواست کی اور کہا: اسی کی قسم جس نے آپ کو سچا نبی بنا کر بھیجا کہ اگر وہ مجھے مال دے گا تو میں ہر حق والے کا حق ادا کروں گا، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے دعا فرمائی: یااللہ! ثعلبہ کے مال میں برکت دے، ثعلبہ کی تھوڑی سی بکریوں میں اللہ تعالیٰ نے برکت دی اس کی بکریوں میں اضافہ ہونے لگا یہاں تک کہ مدینہ میں اس کی گنجائش نہ ہوئی، ثعلبہ بکریوں کو لے کر جنگل میں چلا گیا بکریوں کی دیکھ بھال کی وجہ سے نمازِ پنجگانہ اور نمازِ جمعہ سے بھی غیر حاضر رہنے لگا، ایک مرتبہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے صحابہ عَلَیْہِمُ الرِّضْوَان سے پوچھا: ثعلبہ کا **کیا حال ہے**؟ عرض کی گئی: یارسول اللہ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم) اس کا مال بہت کثیر ہوگیا ہے اب تو جنگل میں بھی اس کے مال کی گنجائش نہ رہی، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا: ثعلبہ پر افسوس، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے زکوۃ کی وصولی کے لیے جو عامل مقرر کیے تھے وہ زکوۃ وصول کرتے ہوئے ثعلبہ کے پاس بھی پہنچے انہوں نے کہا: ہم رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم سے زکوۃ وصول کرنے آئے ہیں، ثعلبہ کو زکوۃ دینے میں گرانی محسوس ہوئی بولا: یہ تو ٹیکس ہوگیا تم ابھی واپس جاؤ تاکہ میں سوچ لوں، زکوۃ وصول کرنے والے عامل جب حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی خدمت میں حاضر

ہوئے تو ان کے کچھ کہنے سے پہلے ہی حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے فرمایا: ثعلبہ پر افسوس، ثعلبہ پر افسوس، اس پر یہ آیات مبارکہ نازل ہوئیں:

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَىٕنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ(۷۵) فَلَمَّاۤ اٰتٰىهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ(۷۶) فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِیْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى یَوْمِ یَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ(۷۷) اَلَمْ یَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ یَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُیُوْبِ(۷۸)

ترجمہ کنزالایمان: اور ان میں کوئی وہ ہیں جنہوں نے اللّٰہ سے عہد کیا تھا کہ اگر ہمیں اپنے فضل سے دے گا تو ہم ضرور خیرات کریں گے اور ہم ضرور بھلے آدمی ہو جائیں گے تو جب اللّٰہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اس میں بخل کرنے لگے اور منہ پھیر کر پلٹ گئے تو اس کے پیچھے اللّٰہ نے ان کے دلوں میں نفاق رکھ دیا اُس دن تک کہ اس سے ملیں گے بدلہ اس کا کہ انہوں نے اللّٰہ سے وعدہ جھوٹا کیا اور بدلہ اس کا کہ جھوٹ بولتے تھے کیا انہیں خبر نہیں کہ اللّٰہ ان کے دل کی چھپی اور ان کی سرگوشی کو جانتا ہے اور یہ کہ اللّٰہ سب غیبوں کا بہت جاننے والا ہے۔(پ۱۰، التوبۃ:۷۵-۷۸)

حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام کی خدمت میں ثعلبہ کا ایک رشتہ دار حاضر تھا اس نے ثعلبہ کے پاس جا کر کہا: تیری ماں مرے، اللہ نے تیرے بارے میں یہ آیات نازل کی ہیں، یہ سُن کر ثعلبہ زکوۃ کا مال لے کر سرکار دوعالم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے اس کی زکوۃ کا مال لینے سے انکار کر دیا، فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے اس کے قبول فرمانے کی ممانعت فرمادی، ثعلبہ اپنے سر پر خاک ڈال کر واپس ہوا، پھر صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے زمانۂ خلافت میں ثعلبہ زکوۃ کا مال لے کر حاضر ہوا، صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: جب کہ حضور عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلام نے تیری زکوۃ کے مال کو رد فرمادیا تھا میں کیونکر قبول کر سکتا ہوں، ثعلبہ ناکام واپس گیا، پھر فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے زمانۂ خلافت میں ثعلبہ زکوۃ کا مال لے کر حاضر ہوا، فاروق اعظم رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے فرمایا: تم اس کو واپس لے جاؤ جس چیز کو رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور اس کے خلیفۂ برحق صدیق اکبر رَضِیَ اللہُ عَنْہ نے رد فرمادیا، عمر (رَضِیَ اللہُ عَنْہ) کی مجال نہیں کہ اسے قبول کرلے، ثعلبہ ناکام و نامراد واپس گیا یہاں تک کہ حضرت عثمان غنی رَضِیَ اللہُ عَنْہ کے زمانۂ خلافت میں ہلاک ہو گیا۔ (تفسیر الخازن، ۲/۲۶۳ و تفسیر مدارک، ص۴۴۶ و خزائن العرفان، پ۱۰، التوبۃ، تحت الآیۃ:۷۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سخائے غوث اعظم قُدِّسَ سِرُّہ

حضور غوث اعظم قُدِّسَ سِرُّہ نے ایک درویش کو دیکھا کہ وہ شکستہ خاطر ایک گوشہ میں مغموم بیٹھا ہے، فرمایا: کس حال میں ہو اور **کیا حال ہے؟** درویش نے عرض کی: میں دریا کے کنارے گیا تھا، ملاح کو دینے کے لیے میرے پاس کچھ نہیں تھا کہ کشتی میں بیٹھ کر پار اُتر جاتا ابھی اس درویش کی بات پوری نہ ہوئی تھی کہ ایک شخص نے تیس اشرفیوں سے بھری ہوئی تھیلی غوث اعظم کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کی آپ نے وہ تھیلی جوں کی توں اس درویش کو عطا فرمادی اور فرمایا: یہ لے جاؤ اور ملاح کو دے دو۔ (اخبار الاخیار)

(سرمایۂ آخرت ص ۱۷۲۔۱۷۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سالانہ میلہ

حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کی قوم کا ایک سالانہ میلہ لگتا تھا اور وہ اس دن جنگل میں جاتے اور وہاں شام تک لہو ولَعب میں مشغول رہتے تھے، واپسی کے وقت بت خانے میں آتے اور بتوں کی پوجا کرتے تھے، اس کے بعد اپنے مکانوں کو واپس جاتے تھے۔ جب حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے ان کی ایک جماعت سے بتوں کے بارے میں مناظرہ کیا تو ان لوگوں نے کہا: کل ہماری عید ہے، آپ وہاں چلیں اور دیکھیں کہ ہمارے دین اور طریقے میں کیا بہار ہے اور کیسے لطف آتے ہیں، چنانچہ جب وہ میلے کا دن آیا اور آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے میلے میں چلنے کو کہا گیا تو آپ عذر بیان کر کے رہ گئے اور میلے میں نہ گئے جبکہ وہ لوگ روانہ ہو گئے۔ جب ان کے باقی ماندہ اور کمزور لوگ جو آہستہ آہستہ جا رہے تھے گزرے تو آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے فرمایا "میں تمہارے بتوں کا برا چاہوں گا۔ آپ کی اس بات کو بعض لوگوں نے سن لیا۔ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بت خانے کی طرف لوٹے تو آپ نے ان سب بتوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کر دیا، البتہ ان کے بڑے بت کو چھوڑ دیا اور کلہاڑا اس کے کندھے پر رکھ دیا کہ شاید وہ اس کی طرف رجوع کریں۔ اس کا معنی یہ ہے کہ وہ اس بڑے بت سے پوچھیں کہ ان چھوٹے بتوں کا **کیا حال ہے؟** یہ کیوں ٹوٹے ہیں اور کلہاڑا تیری

گردن پر کیسے رکھا ہے؟ اور یوں اُن پر اِس بڑے بت کا عاجز ہونا ظاہر ہو اور انہیں ہوش آئے کہ ایسے عاجز خدا نہیں ہو سکتے۔ یا یہ معنی ہے کہ وہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام سے دریافت کریں اور آپ کو حجت قائم کرنے کا موقع ملے۔ چنانچہ جب قوم کے لوگ شام کو واپس ہوئے اور بت خانے میں پہنچے اور انہوں نے دیکھا کہ بت ٹوٹے پڑے ہیں تو کہنے لگے: کس نے ہمارے خداؤں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ بیشک وہ یقیناً ظالم ہے۔ کچھ لوگ کہنے لگے: ہم نے ایک جوان کو انہیں برا کہتے ہوئے سنا ہے جس کو ابراہیم کہا جاتا ہے، ہمارا گمان یہ ہے کہ اسی نے ایسا کیا ہو گا۔ جب یہ خبر ظالم و جابر نمرود اور اس کے وزیروں تک پہنچی تو وہ کہنے لگے: اسے لوگوں کے سامنے لے آؤ شاید لوگ گواہی دیں کہ یہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام ہی کا فعل ہے یا ان سے بتوں کے بارے میں ایسا کلام سنا گیا ہے۔ اس سے ان کا مقصود یہ تھا کہ گواہی قائم ہو جائے تو وہ آپ کے درپے ہوں۔ چنانچہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بلائے گئے اور ان لوگوں نے کہا: اے ابراہیم! کیا تم نے ہمارے معبودوں کے ساتھ یہ کام کیا ہے؟ آپ نے اس بات کا تو کچھ جواب نہ دیا اور مناظرانہ شان سے تعریض کے طور پر ایک عجیب و غریب حجت قائم کی اور فرمایا: ان کے اس بڑے نے اس غصے سے ایسا کیا ہو گا کہ اس کے ہوتے تم اس کے چھوٹوں کو پوجتے ہو، اس کے کندھے پر کلہاڑا ہونے سے ایسا ہی قیاس کیا جا سکتا ہے، مجھ سے کیا پوچھتے ہو! تم ان سے پوچھ لو، اگر یہ بولتے ہیں تو خود بتائیں کہ ان کے ساتھ یہ کس نے کیا؟ اس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اس بات پر غور کرے کہ جو بول نہیں سکتا، جو کچھ کر نہیں سکتا وہ خدا نہیں ہو سکتا اور اس کی خدائی کا اعتقاد باطل ہے۔ چنانچہ جب آپ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام نے یہ فرمایا تو وہ غور کرنے لگے اور سمجھ گئے کہ حضرت ابراہیم عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام حق پر ہیں اور اپنے آپ سے کہنے لگے: بیشک تم خود ہی ظالم ہو جو ایسے مجبوروں اور بے اختیاروں کو پوجتے ہو، جو اپنے کاندھے سے کلہاڑا نہ ہٹا سکے وہ اپنے پجاری کو مصیبت سے کیا بچا سکے اور اس کے کیا کام آ سکے گا۔ (مگر اتنا سوچ لینا ایمان کے لئے کافی نہیں جب تک اقرار و اعتراف بھی نہ ہو، اس لئے وہ مشرک ہی رہے۔)

(خازن، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۶۴-۵۷، ۲۸۱-۲۸۰/۳، مدارک، الانبیاء، تحت الآیۃ: ۶۴-۵۷، ص ۷۲۰-۷۱۹، ملتقطاً)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

بادل نے سایہ کیا

حضرتِ سَیِّدُنا شیخ بکر بن عبد اللہ مزنی عَلَیْہِ رَحمَۃُ اللہِ الغَنِی کہتے ہیں کہ ایک قصاب اپنے پڑوسی

کی کنیز پر عاشق تھا۔ ایک دن وہ کنیز کسی کام سے دوسرے گاؤں کو جارہی تھی، قصاب نے موقع غنیمت جان کر اس کا پیچھا کیا اور کچھ دور جا کر اسے پکڑ لیا۔ تب کنیز نے کہا کہ "اے نوجوان! میرا دل بھی تیری طرف مائل ہے لیکن میں اپنے رب عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتی ہوں۔" جب اس قصاب نے یہ سنا تو بولا: "جب تو اللہ عَزَّوَجَلَّ سے ڈرتی ہے تو کیا میں اس ذاتِ پاک سے نہ ڈروں؟" یہ کہہ کر اس نے توبہ کرلی اور وہاں سے پلٹ پڑا۔ راستے میں پیاس کے مارے دم لبوں پر آگیا۔ اتفاقاً اس کی ملاقات ایک شخص سے ہوگئی جو کہ کسی نبی علیہ السلام کا قاصد تھا۔ اس مردِ قاصد نے پوچھا: اے جوان **کیا حال ہے؟** قصاب نے جواب دیا: "پیاس سے نڈھال ہوں۔" قاصد نے کہا کہ "آؤ ہم دونوں مل کر خدا عَزَّوَجَلَّ سے دعا کریں تا کہ اللہ عَزَّوَجَلَّ ابر کے فرشتے کو بھیج دے اور وہ شہر پہنچنے تک ہم پر اپنا سایہ کئے رکھے۔" نوجوان نے کہا کہ "میں نے تو خدا عَزَّوَجَلَّ کی کوئی قابلِ ذکر عبادت بھی نہیں کی ہے، میں کس طرح دعا کروں؟ تم دعا کرو میں آمین کہوں گا۔" اس شخص نے دعا کی، بادل کا ایک ٹکڑا ان کے سروں پر سایہ فگن ہوگیا۔

جب یہ دونوں راستہ طے کرتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہوئے تو وہ بادل قصاب کے سر پر آگیا اور قاصد دھوپ میں ہوگیا۔ قاصد نے کہا: "اے جوان! تُو نے تو کہا تھا کہ میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی کچھ بھی عبادت نہیں کی، پھر یہ بادل تیرے سر پر کس طرح سایہ فگن ہوگیا؟ تُو مجھے اپنا حال سنا۔" نوجوان نے کہا: "اور تو مجھے کچھ معلوم نہیں لیکن ایک کنیز سے خوفِ خدا عَزَّوَجَلَّ کی بات سن کر میں نے توبہ ضرور کی تھی۔" قاصد بولا: "تو نے سچ کہا، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے حضور میں جو مرتبہ و درجہ تائب (توبہ کرنے والے) کا ہے وہ کسی دوسرے کا نہیں ہے۔"

(کتاب التوابین، توبۃ القصاب والجاریۃ، ص۵۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اولادِ علی کے ساتھ حُسنِ سُلوک کا بدلہ

ابو جعفر نامی ایک شخص کوفہ میں رہتا تھا، لین دین کے مُعاملے میں وہ ہر ایک کے ساتھ حُسنِ سُلُوک سے پیش آتا تھا، بِالخصوص اولادِ علی کا کوئی فرد اس کے یہاں کچھ خریداری کرتا تو وہ جتنی بھی کم قیمت ادا کرتا قبول کرلیتا ورنہ حضرتِ مولیٰ علی شیرِ خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْهَهُ الْکَرِیْم کے نام قرض لکھ دیتا۔ گردِشِ دَوراں کے باعِث وہ مُفلِس ہوگیا۔ ایک دن وہ گھر کے دروازے پر بیٹھا تھا کہ ایک آدَمی اُدھر سے گزرا، اور اُس نے

مذاق اُڑاتے ہوئے کہا: ”تمہارے بڑے مقروض (یعنی حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم) نے قرضہ ادا کیا یا نہیں ؟ “اُس کو اِس طنز کا سخت صدمہ ہوا۔ رات جب سویا تو خواب میں جنابِ رسالت مآب صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کی زیارت سے شَرَفْیاب ہوا، حَسَنَینِ کریمین (یعنی حسن و حُسین) رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا بھی ہمراہ تھے، آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے شہزادگان سے دریافت کیا: تمہارے والد صاحِب کا **کیا حال ہے؟** حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے پیچھے سے جواب دیا: یَارَسُوْلَ اللہ! میں حاضِر ہوں۔ ارشاد ہوا: ”کیا وجہ ہے کہ اِس کا حق ادا نہیں کرتے ؟ “انہوں نے عَرض کی: یَا رَسُوْلَ اللہ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ! میں رقم ہمراہ لایا ہوں۔ فرمایا: اس کے حوالے کر دو۔ حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے ایک اُونی تھیلی ان کے حوالے کر دی اور فرمایا: ”یہ تمہارا حق ہے۔“ رسولِ مکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا: ”اِسے وصول کر لو اور اس کے بعد بھی ان کی اولاد میں سے جو قرض لینے آئے اس کو محروم نہ لوٹانا، آج کے بعد تمہیں فقر و فاقہ اور مُفلسی و تنگ دستی کی شکایت نہیں ہو گی۔“ جب بیدار ہوا تو وہ تھیلی اُس کے ہاتھ میں تھی! اُس نے اپنی بیوی کو بُلا کر کہا: یہ تو بتاؤ کہ میں سویا ہوا ہوں یا جاگ رہا ہوں ؟ اُس نے کہا: آپ جاگ رہے ہیں۔ وہ خوشی کے مارے پھولا نہیں سماتا تھا، سارا قِصّہ اپنی زوجۂ محترمہ سے بیان کیا، جب مقروضوں کی فہرست دیکھی تو اس میں حضرتِ مولیٰ علی شیر خدا کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم کے نام ذرّہ بھر قرضہ باقی نہیں تھا۔ (یعنی فہرست سے وہ تمام لکھا ہوا قرضہ صاف ہو چکا تھا)

(شَواہِدُ الحق ص۲۴۶)

علی کے واسطے سورج کو پھیرنے والے اشارہ کر دو کہ میرا ابھی کام ہو جائے

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

غفلت ہی میں مر گئے

ایک صالح آدمی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: اے ابا جان! آپ کیسے ہیں اور **کیا حال ہے؟** باپ نے جواب دیا: ہم نے زندگی غفلت میں گزاری اور غفلت ہی میں مر گئے۔

(مکاشفۃ القلوب ص۴۳)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

سلف صالحین اور منصب قضا

منصبِ قضا کا حق ادا کرتے ہوئے فیصلہ کرنا بڑا ہی جان جوکھوں کا کام ہے اور بہت سے سلف صالحین رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام نے اس حساس منصب سے بچنے میں ہی عافیت جانی۔ چنانچہ، عباسی خلیفہ منصور نے قَاضی القضاۃ (یعنی چیف جسٹس) کے منصب پر کسی عالِم دین کو مقرر کرنے کا ارادہ کیا اور اس سلسلے میں اس کی نظر انتخاب چار جلیل القدر ہستیوں پر ٹھہری۔ چنانچہ، اس نے ان چاروں یعنی حضرت سیِّدُنا امام اعظم ابو حنیفہ، حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری، حضرت سیِّدُنا شریک اور حضرت سیِّدُنا مِسعَر رَحِمَہُمُ اللہُ تَعَالٰی کو دربار میں طلب کیا۔ امام اعظم ابو حنیفہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنے ساتھیوں سے ارشاد فرمایا کہ میں کسی حیلہ سے اس منصب کو قبول کرنے سے جان چھڑالوں گا۔ حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے فرمایا کہ وہ بھاگ جائیں گے مگر یہ منصب قبول نہیں کریں گے۔ حضرت سیِّدُنا مسعر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا کہ وہ بچنے کے لئے خود کو پاگل اور دیوانہ ظاہر کریں گے اور حضرت سیِّدُنا شریک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ فرمانے لگے کہ (اگر آپ لوگ ایسا کریں گے تو) میں اسے قبول کرنے سے نہیں بچ پاؤں گا۔ چنانچہ جب منصور کا درباری سپاہی انہیں لینے آیا تو حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ القَوِی نے اس سے فرمایا: ”میں قضائے حاجت کرنا چاہتا ہوں۔“ پس آپ ایک دیوار کے پیچھے چھپ گئے۔ (قریب ہی دریا تھا) آپ نے دریا میں جھاڑیوں سے بھری ہوئی ایک کشتی دیکھی تو ملاح سے فرمایا: ”اس دیوار کے پیچھے ایک شخص ہے جو مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔“ اس سے آپ کی مراد سرورِ کائنات صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کرنا تھا کہ ”جسے منصبِ قضا پر فائز کیا گیا گویا اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔“ (سنن ابی داود، کتاب الاقضیۃ، باب فی طلب القضاء، الحدیث: ۳۵۷۲، ج۳، ص۴۱۷)

پس ملاح نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی بات سن کر آپ کو کشتی میں جھاڑیوں کے نیچے چھپا دیا۔

جب درباری سپاہی نے کافی دیر گزر جانے کے بعد تلاش کیا تو آپ کہیں نظر نہ آئے تو وہ بقیہ تینوں حضرات کو ہی لے کر خلیفہ منصور کے پاس چلا گیا۔ حضرت سیِّدُنا مسعر رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ دربار میں پہنچتے ہی خلیفہ سے پوچھنے لگے جناب آپ کے جانوروں کا **کیا حال ہے؟** اور آپ کے خدام کیسے ہیں؟ آپ رَحْمَۃُ

اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی ایسی باتیں سن کر ان لوگوں نے آپ کو مجنوں اور دیوانہ سمجھتے ہوئے آپ کو بھی جانے دیا (کہ یہ جب آداب مجلس سے بھی آگاہ نہیں تو قاضی کیسے بنیں گے)۔ اب حضرت سیّدُنا امامِ اعظم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کی باری آئی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: ”میں کپڑے کا کاروبار کرتا ہوں اور کوفہ کے اشراف کبھی اس بات پر راضی نہ ہوں گے کہ ان کا قاضی ایک کپڑے بیچنے والا شخص ہو۔“ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: ”اگر مجھے قاضی بنایا گیا تو کوفہ کے لوگ مجھے مزدور کہیں گے۔“ جب حضرت سیّدُنا شریک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی باری آئی تو آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے عذر پیش کیا کہ انہیں نسیان کا مرض لاحق ہے۔ تو خلیفہ نے کہا کہ وہ آپ کو ایسے مغزیات وغیرہ کھلائے گا کہ یہ مرض ختم ہو جائے گا۔ پھر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اپنی کمزوری وناتوانی کا ذکر کیا تو خلیفہ نے کہا کہ ہم اس کے خاتمے کے لئے آپ کو روغنِ بادام سے تیار کردہ حلوہ جات کھلایا کریں گے۔ چنانچہ، جب کوئی راہِ نجات نہ پائی تو چار وناچار راضی ہو کر فرمانے لگے: مجھے منصبِ قضا منظور تو ہے مگر اس سلسلے میں مَیں کسی کی پرواہ نہ کروں گا خواہ وہ آپ کا درباری و قریبی ساتھی ہی ہو۔ خلیفہ نے آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ کی یہ بات بھی مانتے ہوئے کہا مجھے منظور ہے: آپ کو حق حاصل ہو گا اگر فیصلہ میرے یا میری اولاد کے خلاف بھی ہوا تو کر دیجئے گا۔ اس طرح آپ کو منصبِ قضا پر فائز کر دیا گیا۔ ایک دن آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ مسندِ قضا پر تشریف فرما تھے کہ خلیفہ کا ایک خاص غلام حاضر ہوا جس کا کسی کے ساتھ جھگڑا ہو گیا تھا۔ اس غلام نے اپنے مقابل سے آگے بڑھ کر ممتاز جگہ بیٹھنا چاہا تو حضرت سیّدُنا شریک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے اسے ڈانٹ دیا۔ تو وہ برہم ہو کر بولا: لگتا ہے آپ احمق ہیں۔ آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہِ نے فرمایا: میں نے پہلے ہی تمہارے آقا سے کہا تھا مگر وہ نہیں مانا اور مجھے زبردستی قاضی بنا دیا۔ چنانچہ اس کے بعد آپ کو اس منصب سے ہٹا دیا گیا۔ (المناقب للکردری، ج۱، ص۲۰۴ تا ۲۰۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

کوئی سفارشی نہیں

حضرت جابر بن عبداللہ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہُ سے روایت ہے، نبی کریم صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ جنتی کہے گا: میرے فلاں دوست کا **کیا حال ہے؟** اور وہ دوست گناہوں کی وجہ

سے جہنم میں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کے دوست کو نکالو اور جنت میں داخل کر دو تو جو لوگ جہنم میں باقی رہ جائیں گے وہ یہ کہیں گے کہ ہمارا کوئی سفارشی نہیں ہے اور نہ کوئی غم خوار دوست۔

(تفسیر بغوی، الشعراء، تحت الآیۃ: ۱۰۱، ۳/۳۳۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

قبر اور اس کے بعد کا حال دیدارِ الٰہی کی سعادت

قبر اور بعد کے حال کے متعلق بھی دو لوگوں کا حال ذکر کرتا ہوں۔ ایک تو یہ کہ ایک بزرگ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: میں نے حضرت سیِّدُنا سفیان ثَوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی کو ان کی وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا: ابو عبد اللہ! آپ کا **کیا حال ہے**؟ انہوں نے مجھ سے منہ پھیرتے ہوئے کہا: یہ کنیت کے ساتھ بلانے کا وقت نہیں ہے۔ میں نے پھر پوچھا: اے سفیان! آپ کا **کیا حال ہے**؟ تو انہوں نے جواب میں یہ اشعار پڑھے:

نَظَرْتُ اِلٰی رَبِّیْ عِیَانًا فَقَالَ لِیْ ... هَنِیْئًا رِضَائِیْ عَنْكَ یَابْنَ سَعِیْد

لَقَدْ كُنْتَ قَوَّامًا اِذَا اللَّیْلُ قَدْ دَجَا ... بِعَبْرَةِ مُّشْتَاقٍ وَّ قَلْبٍ عَمِیْد

فَدُوْنَكَ فَاخْتَرْ اَیَّ قَصْرٍ تُرِیْدُهٗ ... وَ زُرْنِیْ فَاِنِّیْ عَنْكَ غَیْرُ بَعِیْد

ترجمہ: میں نے اپنے پروردگار کو بالکل سامنے دیکھا، اس نے مجھے فرمایا: اے ابن سعید! تجھے میری رضا مبارک ہو۔ تو تاریک راتوں میں نگاہِ شوق اور عشق بھرے دل کے ساتھ قیام کرتا تھا، اب محلّات تیرے سامنے ہیں تو جو چاہے لے لے اور میری زیارت سے لُطف اندوز ہو کہ میں تجھ سے دور نہیں۔

(تنبیہ الغافلین مختصر منہاج العابدین ص ۱۸۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اَولاد کے لئے طاعون کی دُعا

حضرت سیِّدُنا عبد الرحمن بن غَنم رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا معاذ بن جَبَل،

کیا حال ہے؟

حضرت سیّدُنا ابو عبیدہ بن جَرّاح، حضرت سیّدُنا شُرَحبِیْل بن حَسَنَہ اور حضرت سیّدُنا ابو مالک اَشْعَرِی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْھُم چاروں بزرگوں پر ایک ہی دن طاعون کا حملہ ہوا تو حضرت سیّدُنا مُعَاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "یہ تمہارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور تمہارے نبی صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی دعا ہے۔ نیز تم سے قبل نیک لوگ اسی بیماری کے سبب فوت ہوئے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! معاذ کی اولاد کو اس رحمت سے وافر حصہ عطا فرما(4)۔ "چنانچہ، ابھی شام بھی نہ ہوئی تھی کہ آپ کے بیٹے حضرت سیّدُنا عبد الرحمن رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کہ جن کے نام سے آپ نے اپنی کنیت رکھی اور ان سے آپ کو بہت محبت تھی طاعون کے مرض میں مبتلا ہو گئے۔ جب آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ مسجد سے لوٹے تو اپنے بیٹے کو سخت تکلیف میں مبتلا پا کر دریافت فرمایا: "اے عبد الرحمن! **کیا حال ہے؟**" بیٹے نے جواب میں یہ آیت کریمہ تلاوت کی:

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ﴿۶۰﴾ (پ۳، اٰل عمران:۶۰)

ترجمۂ کنز الایمان: اے سننے والے! یہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے تو شک والوں میں نہ ہونا۔

(حلیۃ الاولیاء جلد اول ص ۴۳۳۔۴۳۴)

غم پر غم

حضرت سیّدُنا حمید بن ہلال عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْجَلَال بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے ہمراہ حضرت سیّدُنا علاء بن زیاد عدوی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی عیادت کے لئے گیا، آپ غمزدہ رہنے کی وجہ سے مرض سل (پھیپڑوں کی بیماری) میں مبتلا ہو گئے تھے، ان کے نیچے بچھانے کے لئے ان کی بہن صبح و شام روئی دھنتی تھیں تا کہ آرام و سکون پائیں۔ حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے پوچھا: "اے علائی! **کیا حال ہے؟**" فرمایا: "غم پر غم ہے (یعنی کم غمزدہ ہونے کی وجہ سے غمگین ہوں)۔ "حضرت سیّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے لوگوں سے فرمایا: "چلو، بخدا! ان پر غم کی انتہا ہو چکی ہے۔"

(الزھد للامام احمد بن حنبل، حدیث العلاء بن زیاد، الحدیث:۱۴۳۳، ص۲۶۶)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

پیدل سفرِ حج

حضرت سیِّدُنا ثابت بنانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی حضرت سیِّدُنا انس بن مالک رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور نبیِّ کریم، رَءُوفٌ رَّحیم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ایک شخص کو اپنے دو بیٹوں کے سہارے گھسٹتے ہوئے آتے دیکھ کر دریافت فرمایا: ''اس کا **کیا حال ہے؟**'' لوگوں نے عرض کی: ''انہوں نے پیدل بیتُ اللہ تک جانے کی نذر مانی ہے(۲)۔'' آپ صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ اس کے اپنے نفس کو تکلیف میں مبتلا کرنے سے بے نیاز ہے۔'' پھر اسے سوار ہونے کا حکم دیا تو وہ سوار ہو گیا۔ (المصنف لابن ابی شیبۃ، کتاب الایمان والنذور والکفارات، الحدیث:۲، ج۳، ص۴۹۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

جنتی کھڑکی

حضرت سیِّدُنا سعید بن بشیر عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَدِیْر سے مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا قتادہ بن دعامہ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے فرمایا: ''جنت میں ایک کھڑکی ہے جو جہنم کی طرف کھلتی ہے۔ اہل جنت اس سے جہنمیوں کی طرف جھانک کر کہیں گے: بد بختوں کا **کیا حال ہے؟** ہم تو تمہاری دی ہوئی تعلیم (پر عمل) کے سبب جنت میں داخل ہوئے ہیں۔'' وہ کہیں گے: ''ہم تمہیں تو حکم دیتے تھے لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے، تمہیں تو برائیوں سے روکتے تھے لیکن خود نہیں رکتے تھے۔''

(صفۃ الصفوۃ، الرقم:۵۱۳، قتادۃ بن دعامۃ السدوسی، ج۳، ص۱۷۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ناسمجھ لوگ

حضرتِ سیِّدُنا عبد اللہ بن مسعود رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ سے روایت ہے کہ حضورِ اکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ان لوگوں کا **کیا حال ہے** جو مالداروں کو عزت دیتے ہیں اور نیکوں کو حقیر جانتے ہیں، قرآن کے ان احکام پر عمل کرتے ہیں جو ان کی خواہش کے مطابق ہوں اور ان پر عمل نہیں کرتے جو خواہش کے مطابق نہ ہوں۔ پس اس طرح وہ بعض قرآن پر ایمان لاتے اور بعض کا انکار کرتے ہیں۔

بغیر کوشش حاصل ہونے والی اَشیاء یعنی مُقرَّرہ تقدیر، یقینی موت اور تقسیم شدہ رزق کے لئے تو کوشش کرتے ہیں مگر جن کا حصول کوشش کے بغیر ممکن نہیں یعنی بھرپور بدلہ، مقبول عمل اور بے خسارہ تجارت اِن کے لئے کوشش نہیں کرتے۔" (معجم کبیر، ۱۰/ ۱۹۳، حدیث: ۱۰۴۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

دل نماز میں حاضر نہیں

مروی ہے کہ (ایک بار) حضور نبی کریم، رء وف رحیم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے نماز پڑھی اور قراءَت سے ایک آیت رہ گئی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو استفسار فرمایا: "میں نے کیا پڑھا؟ "صحابۂ کرام رِضْوَانُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن خاموش رہے پھر آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیّدُنا اُبَیّ بن کعب رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے پوچھا تو انہوں نے عرض کی: "آپ نے فلاں سورت پڑھی اور فلاں آیت نہیں پڑھی میں نہیں جانتا کہ وہ منسوخ ہوگئی یا اُٹھالی گئی۔ "آپ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: "اے اُبَیّ! تم ہی اس کے لئے ہو (یعنی نماز میں کامل طور پر متوجہ رہنا تمہارے ہی لائق ہے)۔ "پھر دیگر صحابۂ کرام کی طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمایا: ان لوگوں کا **کیا حال ہے** جو نماز میں حاضر ہوتے، صفوں کو مکمل کرتے اور اپنے نبی کی اقتدا میں ہوتے ہیں لیکن وہ نہیں جانتے کہ ان کے سامنے کتابُ اللّٰہ میں سے کیا پڑھا جاتا ہے۔ خبردار! بنی اسرائیل نے اسی طرح کیا تھا تو اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ نے ان کے نبی عَلَیْہِ السَّلَام کی طرف وحی فرمائی کہ اپنی قوم سے فرمادیجئے: "تمہارے بدن میری بارگاہ میں حاضر ہوتے ہیں اور اپنے کلمات تم بارگاہ تک پہنچاتے ہو لیکن تمہارے دل میری طرف متوجہ نہیں ہوتے جس طرف تم جارہے ہو وہ باطل ہے۔"

(...قوت القلوب، الفصل الثالث والثلاثون فی ذکر دعائم الاسلام...الخ، ج۲، ص۱۷۲، ۱۷۱)

یہ روایت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ امام کی قراءَت سننا اور سمجھنا خود قراءَت کرنے کی طرح ہے۔

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

خاموش رہ کر صدقہ کرو

حضور نبیٔ اکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے حضرت سیِّدُنا ابوذر غفاری رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ سے ارشاد فرمایا: ”اگر تم سفر کا ارادہ کرو تو اس کے لئے کوئی تیاری کرو گے؟“ عرض کی: ”جی ہاں۔“ ارشاد فرمایا: ”قیامت کے سفر کا **کیاحال ہے؟** اے ابوذر! کیا میں تمہیں ان چیزوں کے بارے میں نہ بتاؤں جو تمہیں اس دن نفع پہنچائیں گی؟“ عرض کی: ”یَارَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میرے ماں باپ آپ پر قربان! ضرور۔“ ارشاد فرمایا: ”قیامت کے دن کے لئے سخت گرمی کے دن روزہ رکھو، قبر کی وحشت کے لئے رات کے اندھیرے میں دو رکعتیں پڑھو، بڑے بڑے (پیش آنے والے) امور کے لئے حج کرو اور کسی مسکین کو کوئی چیز دے کر یا حق بات کہہ کر یا کسی برے کلمے سے خاموش رہ کر صدقہ کرو۔“

(موسوعۃ الامام ابن ابی الدنیا، التھجد و قیام اللیل، الحدیث:۱۰، ج۱، ص۲۴۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

وحشت والی قبر میں بغیر مُونِس کے داخلہ

منقول ہے کہ ایک شخص سے حالت نزع میں پوچھا گیا: ”تمہارا **کیاحال ہے؟**“ تو اس نے جواب دیا: ”اس شخص کا کیا حال ہو گا جو بغیر زادِ راہ کے ایک لمبے سفر کا ارادہ رکھتا، وحشت والی قبر میں بغیر مُونِس کے داخل ہوتا اور عادل بادشاہ کے سامنے بغیر دلیل کے جاتا ہے۔“ (احیاء العلوم جلد دوم ص ۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

حساب لیا جائے گا

حضرت سیِّدُنا حسان بن ابی سنان بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے حالت نزع میں پوچھا گیا: ”آپ کا **کیاحال ہے؟**“ تو فرمایا: ”اس شخص کا کیا حال ہو گا جسے موت آئے گی، پھر زندہ کیا جائے گا اور حساب لیا جائے گا۔“ (احیاء العلوم جلد دوم ص ۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

کہیں منافق اور ریاکار شمار نہ کیا جاؤں؟

حضرت سیِّدُنا امام محمد بن سیرین عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْمُبِیْن نے ایک شخص سے پوچھا: ”تمہارا **کیا حال ہے؟**“ تو اس نے جواب دیا: ”اس شخص کا کیا حال ہو گا جس پر 500 درہم قرض ہو اور وہ عیالدار بھی ہو؟“ تو آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ اپنے گھر گئے اور ایک ہزار درہم اس شخص کو دے کر فرمایا: ”500 درہم سے اپنا قرض ادا کرو اور 500 درہم اپنے اور اپنے اہل و عیال پر خرچ کرو۔“ اس وقت آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کے پاس ہزار درہم کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ پھر فرمایا: ”اللہ عَزَّوَجَلّ کی قسم! آیندہ کسی سے اس کے حال کے بارے میں نہیں پوچھوں گا۔“

ایسا آپ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے اس لئے کہا کہ ضرورت پوری کرنے کے ارادے کے بغیر خالی حال پوچھنے کی وجہ سے کہیں منافق اور ریاکار شمار نہ کیا جاؤں۔ (احیاء العلوم جلد دوم ص ۸۳۲)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

مُردوں کو برا نہ کہو

حضرت سیِّدُنا مَسروق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بیان کرتے ہیں کہ میں اُمُّ المؤمنین حضرت سَیِّدَتُنا عائشہ صِدّیقہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے ارشاد فرمایا: فلاں کا **کیا حال ہے** اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی لَعنَت؟ میں نے عرض کی: اس کا انتقال ہو گیا ہے تو آپ نے فرمایا: اس پر **اللہ** عَزَّوَجَلّ کی رحمت ہو۔ میں نے عرض کی: اس کی کیا وجہ ہے؟ (کہ پہلے لعنت اور اب رحمت کی دعا) تو آپ نے فرمایا: رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا ہے: مُردوں کو برا مت کہو کہ وہ اپنے کئے کو پہنچ چکے۔

(بخاری، کتاب الجنائز، باب ماینھی من سب الاموات، ۱/ ۴۷۰، حدیث: ۱۳۹۳)

تاجدارِ رِسالت، شہنشاہِ نَبوت صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: مُردوں کو بُرا نہ کہو کہ اس کے باعث زندوں کو ایذا پہنچتی ہے۔ (سنن الترمذی، کتاب البر والصلۃ، باب ماجاء فی الشتم، ۳/ ۳۹۵، حدیث: ۱۹۸۹)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

زمانے کو کیسا دیکھتے ہیں؟

کسی راہب (دنیا سے کنارہ کش شخص) سے پوچھا گیا کہ آپ زمانے کو کیسا دیکھتے ہیں؟ کہا: زمانہ بدنوں کو پرانا کرتا، آرزوئیں تازہ کرتا، موت کو قریب کرتا اور خواہشات کو دور کرتا ہے۔ پوچھا گیا: اس کے اہل کا **کیا حال ہے؟** کہا: جو اس میں کامیاب ہوتا ہے وہ تھک جاتا ہے اور جسے یہ نہیں ملتا وہ پریشان ہو جاتا ہے۔

اسی وجہ سے کہا گیا ہے:

وَمَنْ یَّحْمَدُ الدُّنْیَا لِعَیْشٍ یَّسُرُّهٗ فَسَوْفَ لَعَمْرِیْ عَنْ قَلِیْلٍ یَّلُوْمُهَا

اِذَا اَدْبَرَتْ کَانَتْ عَلَی الْمَرْءِ حَسْرَةً وَّاِنْ اَقْبَلَتْ کَانَتْ کَثِیْرًا هُمُوْمَهَا

ترجمہ: (۱)...جو شخص مسرت بھری زندگی کے باعث دنیا کی تعریف کرتا ہے عنقریب اس کے قلیل ہونے کے سبب اسے ملامت کرے گا۔

(۲)...دنیا اگر دور ہو جائے تو بندہ پر حسرت طاری ہو جاتی ہے اور اگر قریب آجائے تو غموں میں اضافے کا باعث بنتی ہے۔ (احیاء العلوم جلد سوم ص ۶۳۰_۶۳۱)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

مُعاملہ وہم وگمان سے کہیں زیادہ آسان پایا

حضرت سیِّدُنا ابو سہل زُجاجی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْھَادِی اس بات کے قائل تھے کہ جب **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے گناہ پر عذاب کا وعدہ فرمایا ہے تو وہ ضرور پورا ہو گا۔ حضرت سیِّدُنا استاذ ابو سہل صَعْلوکی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا: آپ کا **کیا حال ہے؟** ارشاد فرمایا: ہم نے مُعاملہ اپنے وہم وگمان سے کہیں زیادہ آسان پایا۔ (احیاء العلوم جلد چہارم ص ۴۴۷_۴۴۸)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

کشتی ٹوٹ گئی

ایک شخص نے حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی سے پوچھا: اے ابو سعید! آپ نے کس حال میں صبح کی؟ فرمایا: خیر کے ساتھ۔ اس نے پھر سوال کیا: آپ کا **کیا حال ہے؟** یہ سن کر حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے مسکرا کر ارشاد فرمایا: تم میرا حال پوچھتے ہو، تمہارا ان لوگوں کے بارے میں کیا خیال ہے جو ایک کشتی میں سوار ہوئے، جب دریا کے درمیان پہنچے تو کشتی ٹوٹ گئی اور ہر شخص ایک ایک لکڑی کے ساتھ لٹک گیا، بھلا ان لوگوں کا کیا حال ہو گا؟ اس شخص نے کہا: بہت برا حال ہو گا۔ حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْقَوِی نے ارشاد فرمایا: میرا حال ان سے بھی زیادہ بُرا ہے۔ (احیاء العلوم جلد چہارم ص ۵۵۴)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سیِّدُنا بشر حافی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ اور دیدارِ الٰہی

کسی بُزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے حضرتِ سیِّدُنا بشر حافی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی کو (بعدِ وصال) خواب میں دیکھ کر پوچھا: ابو نَصر تمّار اور عبد الوہاب وَرّاق رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہِمَا کا **کیا حال ہے؟** جواب دیا: "میں نے انہیں اس وقت اللہ عَزَّوَجَلَّ کی بارگاہ میں کھاتے پیتے چھوڑا ہے۔" پھر ان بُزرگ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ نے پوچھا: آپ کا **کیا حال ہے؟** ارشاد فرمایا: اللہ عَزَّوَجَلَّ کے علم میں تھا کہ میری کھانے پینے کی طرف رغبت کم ہے تو اُس نے مجھے اپنے دیدار کی دولت عطا فرمائی۔

(طبقات الحنابلۃ لابن ابی یعلی الحنبلی، ۱/ ۲۰۲، الرقم: ۲۸۱ عبد الوھاب بن عبد الحکیم)

(احیاء العلوم جلد پنجم ص ۵۴-۵۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سیِّدُنا امام شافعی رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ کا وصال

حضرت سیِّدُنا ابو یحیٰی اسماعیل مُزَنِی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی کا بیان ہے کہ حضرت سیِّدُنا امام شافعی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْکَافِی مرض الموت میں تھے تو میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور پوچھا: اے ابو عبد اللہ! **کیا حال ہے؟** فرمایا: میرا حال یہ ہے کہ دنیا سے جا رہا ہوں، دوستوں سے جدا ہو رہا ہوں، اپنے برے اعمال سے

ملاقات کرنے والا ہوں، موت کا پیالہ پینے والا ہوں، اللہ عَزَّوَجَلَّ کے دربار میں حاضر ہونے والا ہوں اور میں نہیں جانتا کہ میری روح جنت میں جانے والی ہے کہ اسے مبارک باد دوں یا جہنم میں جانے والی ہے کہ اس کی تعزیت کروں۔ پھر یہ اشعار پڑھنے لگے:

وَلَمَّا قَسَا قَلْبِیْ وَضَاقَتْ مَذَاهِبِیْ ... جَعَلْتُ رَجَائِیْ نَحْوَ عَفْوِكَ سُلَّمَا

تَعَاظَمَنِیْ ذَنْبِیْ فَلَمَّا قَرَنْتُهٗ ... بِعَفْوِكَ رَبِّیْ كَانَ عَفْوُكَ اَعْظَمَا

فَمَازِلْتَ ذَا عَفْوٍ عَنِ الذَّنْبِ لَمْ تَزَلْ ... تُجَوِّدُ وَ تَعْفُوْ مِنَّةً وَّتَكَرُّمَا

وَلَوْلَاكَ لَمْ يُغْوٰى بِاِبْلِيْسَ عَابِدٌ ... فَكَيْفَ وَقَدْ اَغْوٰى صَفِيَّكَ آدَمَا

ترجمہ: (۱)...جب میرا دل سخت ہو گیا اور میرے راستے تنگ ہو گئے تو میں نے اپنی امید کو تیرے عفو کی جانب واسطہ بنالیا۔

(۲)...میں نے اپنے گناہوں کو بڑا سمجھا لیکن جب میں نے تیرے عفو سے ان کا موازنہ کیا تو تیرا عفو بڑا نکلا۔

(۳)...تو نے ہمیشہ گناہوں کو معاف کیا، ہمیشہ جود و کرم کے دریا بہاتا رہا اور ازراہِ کرم و انعام معافی سے نوازتا رہا۔

(۴)...اگر تیرا کرم نہ ہوتا تو ابلیس کے بہکاوے سے کوئی عابد بچ نہ پاتا کیونکہ اس لعین نے تو تیرے صفی حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی بہکانے کی کوشش کی تھی۔ (احیاء العلوم جلد پنجم ص ۵۸۲۔۵۸۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

دن میں دو مرتبہ دیدارِ الٰہی

حضرت سیِّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کو کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟" جواب دیا: "اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مجھ پر رحم کیا ہے۔" دوبارہ پوچھا: "حضرت سیِّدُنا عبداللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کا **کیا حال ہے؟**" فرمایا: "ان کا شمار ان لوگوں میں ہے جو دن میں دو مرتبہ دیدارِ الٰہی سے فیض یاب ہوتے ہیں۔" (احیاء العلوم جلد پنجم ص ۶۶۱)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

دو پہاڑ

حضرت مالک بن دینار رَحۡمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں: "میں اپنے ایک پڑوسی کے پاس اس کے انتقال کے وقت گیا تو اس نے مجھے دیکھ کر کہا: "اے مالک بن دینار! رَحۡمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ، اس وقت مجھے اپنے سامنے آگ کے دو پہاڑ نظر آرہے ہیں اور مجھ سے کہا جارہا ہے کہ ان پہاڑوں پر چڑھو لیکن ان پر چڑھنا میرے لئے دشوار ہے۔ میں نے اس کے گھر والوں سے اس کے بارے میں پوچھا تو ان لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس غلہ ناپنے کے دو پیمانے ہیں، ایک سے غلہ ناپ کر لیتا تھا اور دوسرے سے غلہ ناپ کر دیتا تھا۔ حضرت مالک بن دینار رَحۡمَۃُاللہِ تَعَالٰی عَلَیۡہِ فرماتے ہیں "میں نے ان دونوں پیمانوں کو منگوایا اور انہیں ایک دوسرے پر رکھ کر توڑ دیا، پھر میں نے اس شخص سے پوچھا کہ اب تمہارا **کیا حال ہے؟** اس نے جواب دیا میرے ساتھ ویسا ہی معاملہ ہے بلکہ اب پہلے سے زیادہ خراب ہو گیا ہے۔

(منہاج العابدین، العقبۃ الخامسۃ، اصول سلوک طریق الخوف والرجاء، الاصل الثالث، ص۱۶۶)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سریۂ نجد

۶ھ میں رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ماتحتی میں ایک لشکر نجد کی جانب روانہ فرمایا۔ ان لوگوں نے بنی حنیفہ کے سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کر لیا اور مدینہ لائے۔ جب لوگوں نے ان کو بارگاہ رسالت میں پیش کیا تو آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ اس کو مسجد نبوی کے ایک ستون میں باندھ دیا جائے۔ چنانچہ یہ ستون میں باندھ دیئے گئے۔ پھر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے پاس تشریف لے گئے اور دریافت فرمایا کہ اے ثمامہ! تمہارا **کیا حال ہے؟** اور تم اپنے بارے میں کیا گمان رکھتے ہو؟ ثمامہ نے جواب دیا کہ اے محمد! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) میرا حال اور خیال تو اچھا ہی ہے۔ اگر آپ مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی آدمی کو قتل کریں گے اور اگر مجھے اپنے انعام سے نواز کر چھوڑ

دیں گے تو ایک شکر گزار کو چھوڑیں گے اور اگر آپ مجھ سے کچھ مال کے طلبگار ہوں تو بتا دیجئے۔ آپ کو مال دیا جائے گا۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ گفتگو کر کے چلے آئے۔ پھر دوسرے روز بھی یہی سوال و جواب ہوا۔ پھر تیسرے روز بھی یہی ہوا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ثمامہ کو چھوڑدو۔ چنانچہ لوگوں نے ان کو چھوڑ دیا۔ ثمامہ مسجد سے نکل کر ایک کھجور کے باغ میں چلے گئے جو مسجد نبوی کے قریب ہی میں تھا۔ وہاں انہوں نے غسل کیا۔ پھر مسجد نبوی میں واپس آئے اور کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئے اور کہنے لگے کہ خدا کی قسم! مجھے جس قدر آپ کے چہرہ سے نفرت تھی اتنی روئے زمین پر کسی کے چہرہ سے نہ تھی۔ مگر آج آپ کے چہرہ سے مجھے اس قدر محبت ہوگئی ہے کہ اتنی محبت کسی کے چہرہ سے نہیں ہے۔ کوئی دین میری نظر میں اتنا ناپسند نہ تھا جتنا آپ کا دین لیکن آج کوئی دین میری نظر میں اتنا محبوب نہیں ہے جتنا آپ کا دین۔ کوئی شہر میری نگاہ میں اتنا برا نہ تھا جتنا آپ کا شہر اور اب میرا یہ حال ہوگیا ہے کہ آپ کے شہر سے زیادہ مجھے کوئی شہر محبوب نہیں ہے۔ یارسول اللہ! صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں عمرہ ادا کرنے کے ارادہ سے مکہ جا رہا تھا کہ آپ کے لشکر نے مجھے گرفتار کر لیا۔ اب آپ میرے بارے میں کیا حکم دیتے ہیں؟ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کو دنیا و آخرت کی بھلائیوں کا مژدہ سنایا اور پھر حکم دیا کہ تم مکہ جا کر عمرہ ادا کر لو!

جب یہ مکہ پہنچے اور طواف کرنے لگے تو قریش کے کسی کافر نے ان کو دیکھ کر کہا کہ اے ثمامہ! تم صابی (بے دین) ہوگئے ہو۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہایت جرأت کے ساتھ جواب دیا کہ میں بے دین نہیں ہوا ہوں بلکہ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور اے اہل مکہ! سن لو! اب جب تک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اجازت نہ دیں گے تم لوگوں کو ہمارے وطن سے گیہوں کا ایک دانہ بھی نہیں مل سکے گا۔ مکہ والوں کے لئے ان کے وطن "یمامہ" ہی سے غلہ آیا کرتا تھا۔

(صحیح مسلم، کتاب الجہادوالسیر، باب ربط الاسیر ...الخ، الحدیث:۱۷۶۴، ص ۹۷۰ومدارج النبوت، قسم سوم، باب ششم، ج۲، ص۱۸۹)

گستاخی کی سزا

حضرت ابو قلابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا بیان ہے کہ میں ملک شام کی سر زمین میں تھا تو میں نے ایک شخص کو بار بار یہ صدا لگاتے ہوئے سنا کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔" میں اٹھ کر اس کے پاس گیا تو یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ اس شخص کے دونوں ہاتھ اور پاؤں کٹے ہوئے ہیں اور وہ دونوں آنکھوں سے اندھا ہے اور اپنے چہرے کے بل زمین پر اوندھا پڑا ہوا بار بار لگاتار یہی کہہ رہا ہے کہ "ہائے افسوس! میرے لئے جہنم ہے۔" یہ منظر دیکھ کر مجھ سے رہا نہ گیا اور میں نے اس سے پوچھا کہ اے شخص! تیرا **کیا حال ہے؟** اور کیوں اور کس بناء پر تجھے اپنے جہنمی ہونے کا یقین ہے؟ یہ سن کر اس نے یہ کہا: اے شخص! میرا حال نہ پوچھ، میں ان بدنصیب لوگوں میں سے ہوں جو امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قتل کرنے کے لئے ان کے مکان میں گھس پڑے تھے۔ میں جب تلوار لے کر ان کے قریب پہنچا تو ان کی بیوی صاحبہ نے مجھے ڈانٹ کر شور مچانا شروع کر دیا تو میں نے ان کی بیوی صاحبہ کو ایک تھپڑ مار دیا یہ دیکھ کر امیر المؤمنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے یہ دعا مانگی کہ "اللہ تعالٰی تیرے دونوں ہاتھوں اور دونوں پاؤں کو کاٹ ڈالے اور تیری دونوں آنکھوں کو اندھی کر دے اور تجھ کو جہنم میں جھونک دے۔" اے شخص! میں امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پُر جلال چہرے کو دیکھ کر اور ان کی اس قاہرانہ دعا کو سن کر کانپ اٹھا اور میرے بدن کا ایک ایک رونگٹا کھڑا ہو گیا اور میں خوف و دہشت سے کانپتے ہوئے وہاں سے بھاگ نکلا۔

امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی چار دعاؤں میں سے تین دعاؤں کی زد میں تو آ چکا ہوں، تم دیکھ رہے ہو کہ میرے دونوں ہاتھ اور دونوں پاؤں کٹ چکے اور دونوں آنکھیں اندھی ہو چکیں اب صرف چوتھی دعا یعنی میرا جہنم میں داخل ہونا باقی رہ گیا ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ معاملہ بھی یقیناً ہو کر رہے گا چنانچہ اب میں اسی کا انتظار کر رہا ہوں اور اپنے جرم کو بار بار یاد کر کے نادم و شرمسار ہو رہا ہوں اور اپنے جہنمی ہونے کا اقرار کرتا ہوں۔

(ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، مقصد دوم، ماٰثر امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ تعالٰی عنہ، ج۴، ص۳۱۵)

سر اور داڑھی مبارک پر مٹی

روایت ہے حضرت سلمٰی سے فرماتی ہیں کہ میں ام سلمہ کے پاس گئی وہ رو رہی تھیں میں نے کہا آپ کو کیا چیز رلاتی ہے آپ بولیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا یعنی خواب میں آپ کے سر اور داڑھی مبارک پر مٹی ہے تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپ کا **کیا حال ہے**؟ فرمایا میں ابھی قتل حسین کے موقعہ پر حاضر تھا۔ (مراۃ جلد ۸ ص ۴۰۷)

☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆…☆

دوسرا باب

صبح کس حال میں کی؟

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...بغض وعداوت میں پڑجاؤ گے

☆...جب بھی صبح کی

☆...زمانہ کیسا گزرا؟

☆...ایک شکوہ

☆...صبح کرے گایانہیں

☆...عمر کم ہورہی ہے

☆...زندگی کوموت کے لئے پسند کرتاہوں

☆...اپنے رب کارزق کھاتاہوں

☆...ہرروز آخرت کی طرف ایک منزل

حضرت سیدنا ربیع بن خُثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

حضرت سیدنا علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں:"حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ بہت بلند مرتبہ بزرگ تھے۔ جب ان کو فالج کا مرض لاحق ہوا تو ان سے کہا گیا:" حضور: اگر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ چاہیں تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا علاج کیا جاسکتا ہے۔"یہ سن کر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے ارشاد فرمایا: "بیشک علاج حق ہے، لیکن عاد و ثمود کیسی بڑی بڑی قومیں تھیں، ان میں بڑے بڑے ماہر طبیب تھے، اور ان میں بیماریاں بھی تھیں، اب نہ تو وہ طبیب باقی رہے نہ ہی مریض۔" اسی طرح جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے یہ پوچھا جاتا:" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لوگوں کو وعظ و نصیحت کیوں نہیں کرتے ؟" تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جو اباً ارشاد فرماتے: "۔ابھی تو مجھے خود اپنی اصلاح کی ضرورت ہے ،پھر میں لوگوں کو کیسے نصیحت کروں؟انہیں کیسے ان کے گناہوں پر ملامت کروں؟" بے شک لوگ اللہ عزوجل سے دوسروں کے گناہوں کے بارے میں تو ڈرتے ہیں لیکن اپنے گناہوں کے بارے میں اس سے بے خوف ہیں۔"

جب آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا جاتا:" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے **صبح کس حال میں کی؟**"تو ارشاد فرماتے:" ہم نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے آپ کو کمزور اور گناہ گار پایا، ہم اپنے حصے کا رزق کھاتے ہیں اور اپنی موت کے انتظار میں ہیں۔"

حضرت سیدنا علقمہ بن مرثد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما فرماتے ہیں:" جب حضرت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو دیکھتے تو سورہ حج کی آیت مبارکہ کا یہ حصہ "وَبَشِّرِ الْمُحْسِنِیْنَ" تلاوت کرتے اور فرماتے:" اے ربیع رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ! اگر تجھے حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلَّم دیکھتے تو تجھ سے بہت خوش ہوتے۔"

حضرت سیدنا ربیع بن خثیم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اکثر اپنے آپ کو مخاطب کرکے فرمایا کرتے: "اے ربیع! اپنا زادِ راہ باندھ لے اور سفر آخرت کی خوب تیاری کرلے، اور سب سے پہلے اپنی اصلاح کر اور اپنے نفس کو خوب نصیحت کر۔"

(عیون الحکایات جلد اول ص۴۹۔۵۰)

(اللہ عزوجل کی اُن پر رحمت ہو..اور.. اُن کے صدقے ہماری مغفرت ہو۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

بغض وعداوت میں پڑ جاؤ گے

حضرت سیّدُنا حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ اللہ کے محبوب، دانائے غُیوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم اصحابِ صفّہ کے پاس تشریف لائے اور اِستفسار فرمایا: ''تم نے **صبح کس حال میں کی؟** ''انہوں نے عَرض کی: ''خیر و بھلائی کے ساتھ۔'' ارشاد فرمایا: ''آج تم بہتر ہو (اس وَقْت سے کہ) جب تمہارے پاس صبح کھانے کا ایک بڑا پیالہ اور شام دوسرا بڑا پیالہ لایا جائے گا اور اپنے گھروں پر اس طرح پردے لٹکاؤ گے جس طرح کعبے پر غلاف ڈالے جاتے ہیں۔'' اصحابِ صفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم عَرض گزار ہوئے: ''**یارسولَ اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم! کیا ہمیں اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے یہ نعمتیں حاصل ہوں گی؟'' فرمایا: ''ہاں۔'' عَرض کی: ''پھر تو ہم اس وَقْت بہتر ہوں گے کیونکہ ہم صدقہ و خیرات کریں گے اور غلاموں کو آزاد کریں گے۔'' آپ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ارشاد فرمایا: لَا بَلْ اَنْتُمُ الْیَوْمَ خَیْرٌ اِنَّکُمْ اِذَا طَلَبْتُمُوْھَا تَقَاطَعْتُمْ وَتَحَاسَدْتُمْ وَتَدَابَرْتُمْ وَتَبَاغَضْتُمْ نہیں! بلکہ تم آج بہتر ہو کیونکہ جب تم ان نعمتوں کو پاؤ گے تو آپس میں حَسَد کرنے لگو گے، باہم قَطع تعلقی کرنے کی آفت اور بُغْض وعداوت میں پڑ جاؤ گے۔ (الزھد لہناد بن السری، باب معیشۃ اصحاب النبی صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم، ۲/۳۹۰، الحدیث ۷۶۰ وحلیۃ الاولیاء، ۱/۴۱۶، حدیث: ۱۲۰۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

جب بھی صبح کی

حضرت سیّدُنا اَنس بن مالِک رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سیّدُنا مُعَاذ بن جَبَل رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ بارگاہِ نبوت عَلٰی صَاحِبِہَا الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام میں حاضر ہوئے تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے دریافت فرمایا: ''اے مُعَاذ! تم نے **صبح کس حال میں کی؟**'' عرض کی: ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ پر ایمان رکھتے ہوئے صبح کی ہے۔'' تو آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا: ''ہر قول کا ایک تصدیق کرنے والا اور ہر حق کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور تمہاری کہی ہوئی بات کی کیا تصدیق ہے؟'' انہوں نے عرض کی: ''یارسول اللہ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم! میں نے جب بھی صبح کی تو یہ گمان کیا کہ شام نہیں دیکھ سکوں گا اور جب بھی شام کی تو یہ خیال کیا کہ صبح نہیں دیکھ سکوں گا۔ جو بھی قدم

اُٹھایا یہ سوچ کر اُٹھایا کہ اس کے بعد دوسرا قدم نہیں اٹھا سکوں گا اور گویا میں (قیامت کا یہ منظر) دیکھ رہا ہوں کہ ہر وہ اُمَّت گھٹنوں کے بل گری ہوئی ہے جسے ان کے نامہ اعمال کی طرف بلایا جارہا ہے اور ان کے ساتھ ان کی طرف بھیجے جانے والے نبی (عَلَیْہِ السَّلَام)ہیں اور وہ بت بھی ہیں جنہیں وہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کو چھوڑ کر پوجتے تھے اور گویا میں جہنمیوں کی سزا اور اہلِ جنت کے ثواب کو دیکھ رہا ہوں۔ ''اس پر آپ صَلَّی اللہ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اِرشاد فرمایا:''تم نے جان لیا پس ان امور کی پابندی رکھنا۔ ''

(کتاب الضعفاء للعقیلی، باب العین، الرقم۸۶۶، ج۲، ص۶۹۱)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

زمانہ کیسا گزرا؟

حضرت سیِّدُنا امام شعبی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی فرماتے ہیں: قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت سیِّدُنا اویس قرنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کے قریب سے گزرا تو اس نے پوچھا: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟** ''فرمایا: ''میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ کی حمد وثنا کرتے ہوئے صبح کی۔''پوچھا: ''آپ پر زمانہ کیسا گزرا؟ ''فرمایا: ''ایسے شخص پر زمانہ کیسا گزرتا ہوگا کہ جو صبح کرے تو شام کی امید نہ ہو اور شام کرے تو صبح کی امید نہ ہو (اور یہ بھی نہیں جانتا کہ) جنتی ہے یا جہنمی۔ اے قبیلہ مراد کے شخص! بے شک موت اور اس کی یاد نے مومن کے لئے کوئی خوشی باقی نہیں چھوڑی اور حُقوقُ اللہ کی معرفت نے اس کے مال میں سونا چاندی کچھ بھی نہیں چھوڑا اور انسان کا حق پر قائم رہنا اس کے لئے کوئی دوست باقی نہیں چھوڑتا۔ ''

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم:۲۰۷۶، اویس القرنی، ج۶، ص۲۰۶، بتغیر)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

چیز کی امید رکھتا ہوں

مروی ہے کہ حضرت سیِّدُنا عیسٰی روحُ اللہ عَلٰی نَبِیِّنَا وَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَام سے عرض کی گئی: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟** ''تو ارشاد فرمایا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ جس چیز کی

امید رکھتا ہوں اس کے نفع پر قدرت نہیں رکھتا اور جس چیز کا ڈر ہے اسے دفع نہیں کر سکتا۔ میں اپنے عمل کے بدلے میں گروی ہوں اور ساری کی ساری بھلائی کسی دوسرے کے ہاتھ میں ہے اور کوئی فقیر مجھ سے زیادہ محتاج نہیں۔" (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اچھی حالت

حضرت سیّدُنا ابودرداء رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: "آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**" تو فرمایا: "اگر آگ سے نجات پا گیا تو میں نے اچھی حالت میں صبح کی۔"

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ایک شکوہ

حضرت سیّدُنا سفیان ثوری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی سے عرض کی گئی: "آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**" تو فرمایا: "میں نے صبح اس حال میں کی کہ ایک کا شکوہ دوسرے کے پاس کرتا ہوں اور ایک کی بُرائی دوسرے کے سامنے کرتا ہوں اور ایک سے دوسرے کی طرف بھاگتا ہوں۔" (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

صبح کرے گا یا نہیں

حضرت سیّدُنا اویس بن عامر قَرَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی سے عرض کی گئی: "آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**" تو فرمایا: "اس شخص کی صبح کا حال کیا پوچھتے ہو جو شام کرتا ہے تو اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صبح کرے گا (یا نہیں) اور جب صبح کرتا ہے تو یہ معلوم نہیں ہوتا کہ شام کرے گا (یا نہیں)؟"

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

عمر کم ہو رہی ہے

حضرت سیِّدُنا ابو یحییٰ مالک بن دینار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار سے عرض کی گئی: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**'' تو فرمایا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ عمر کم ہو رہی ہے اور گناہ بڑھ رہے ہیں۔''

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

زندگی کو موت کے لئے پسند کرتا ہوں

کسی دانا (عقل مند) سے پوچھا گیا: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**'' تو جواب دیا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنی زندگی کو موت کے لئے اور اپنی جان کو رب عَزَّوَجَلَّ (سے ملاقات) کے لئے پسند نہیں کرتا۔''

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اپنے رب کا رزق کھاتا ہوں

ایک اور عقل مند سے پوچھا گیا: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**'' تو جواب دیا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ اپنے رب عَزَّوَجَلَّ کا رزق کھاتا ہوں اور اس کے دشمن، ابلیس کی اطاعت کرتا ہوں۔''

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ہر روز آخرت کی طرف ایک منزل

حضرت سیِّدُنا محمد بن واسع رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے عرض کی گئی: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**'' تو فرمایا: ''تمہارا اس شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو ہر روز آخرت کی طرف ایک منزل چلتا ہے۔''

(احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

عافیت کا خواہش مند رہتا ہوں

حضرت سیِّدُنا حامد لفّاف رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ کی خدمت میں عرض کی گئی: ''آپ نے **صبح کس حال میں کی؟**'' تو فرمایا: ''میں نے صبح اس حال میں کی کہ صبح سے لے کر رات تک عافیت کا خواہش مند رہتا ہوں۔'' عرض کی گئی: ''کیا آپ ہر روز عافیت میں نہیں ہوتے؟'' فرمایا: ''عافیت تو اس دن ہوتی ہے جس دن **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی نافرمانی نہ ہو۔'' (احیاء العلوم جلد ۲ ص ۸۳۰۔۸۳۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

تیسرا باب

آپ کیسے ہیں؟

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...ایک اِیمان افروز خواب

☆...وحشت ناک قبر

☆...زندگی غفلت میں گزاری

☆...قبر کے حالات سے مجھے آگاہ کرنا

☆...سب سے بڑی حسرت

☆...سلامتی اور عافیت کب ہوگی؟

☆...دین بچتا ہے نہ دنیا

☆...عاجز اور محتاج بندہ

☆...رحمت الٰہی پر امید

ایک ایمان افروز خواب

"نَفَحَاتُ الاُنس" شریف میں ہے، ایک صاحب نے زیارتِ اقدس (صلی اللہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلم)سے مُشَرَّف ہو کر عرض کی: غزالی **کیسے ہیں ؟** فرمایا: " فَازَ مَقْصُوْدَہ" اپنی مراد کو پہنچ گئے ۔ عرض کی: فخر الدین رازی **کیسے ہیں؟** فرمایا: " رَجُلٌ مُعَاتَب" ان پر "عِتاب" ہے۔ مَعَاذَ اللہ "عِقاب" نہ فرمایا۔ عِقاب سزا ہے اور عِتاب حصہ اَحِبّاَ(یعنی دوستوں سے محبت بھری خفگی)ہے۔ عرض کی: ابن سینا؟ فرمایا: بے میرے واسطے کے اللہ(عَزَّوَجَلَّ)تک پہنچنا چاہتا تھا، میں نے ایک دَھول(یعنی چپت)لگائی کہ تَحْتَ الثَّرٰے(یعنی زمین کے سب سے نچلے حصے) کو چلا گیا۔(ملخصا، نفحات الانس مترجم، ص ۴۵۳،۴۵۴) یہ بعض صالحین کا خواب ہے۔

(ملفوظات اعلیحضرت ۲۵۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

وحشت ناک قبر

ایک زاہد سے سوال کیا گیا: **"آپ کیسے ہیں ؟"** تو انہوں نے یہ حکمت بھرا جواب ارشاد فرمایا: "اس شخص کا حال کیسا ہو گا جو بلا زادِ راہ سفر کا ارادہ رکھتا ہے، وحشت ناک قبر میں بغیر مونس و غمخوار کے رہے گا اور اپنے قادر مالک کی بار گاہ میں بغیر حجت کے حاضر ہو گا۔" (حکایتیں اور نصیحتیں ص ۵۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

زندگی غفلت میں گزاری

ایک صالح آدمی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: اے ابا جان! **آپ کیسے ہیں؟** اور کیا حال ہے؟ باپ نے جواب دیا: ہم نے زندگی غفلت میں گزاری اور غفلت ہی میں مر گئے۔

(مکاشفۃ القلوب ص ۴۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

میری خلافت مجھے لے ڈوبتی

حضرت سیِّدُنا عباس بن عبد المطلب رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ فرماتے ہیں: میں امیر المؤمنین حضرتِ سیِّدُنا عمرِ فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کا پڑوسی تھا میں نے کسی کو ان سے افضل نہیں پایا، ان کی رات عبادت میں گزرتی تو دن روزے اور لوگوں کی ضروریات پوری کرنے میں۔ جب آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کا وصال ہوا تو میں نے اللہ عَزَّوَجَلَّ سے دعا کی کہ "مجھے خواب میں امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمرِ فاروق رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کی زیارت نصیب فرما۔ پس میں نے دیکھا کہ آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ مدینہ کے بازار کی طرف سے سر پر عمامہ باندھے تشریف لارہے ہیں، میں نے سلام کیا، آپ رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے میرے سلام کا جواب دیا پھر میں نے پوچھا: "**آپ کیسے ہیں؟**" فرمایا: "میں خیریت سے ہوں۔" میں نے پوچھا: "آپ کے ساتھ کیا معاملہ ہوا؟" فرمایا: "اب حساب وکتاب سے فارغ ہوا ہوں۔ اگر ربِّ غفار عَزَّوَجَلَّ میری بخشش نہ فرماتا تو قریب تھا کہ میری خلافت مجھے لے ڈوبتی۔ " (الطبقات الکبریٰ لابن سعد، رقم ۵۶ عمر بن خطاب، ج۳، ص۲۸۶، مختصرًا)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

قبر کے حالات سے مجھے آگاہ کرنا

حضرت سیِّدُنا مُغِیرہ بن عبد الرحمن عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن سے روایت ہے کہ حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سَلَام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ سے ملے اور فرمایا: "اگر تم مجھ سے پہلے انتقال کر جاؤ تو پیش آنے والے حالات سے مجھے آگاہ کرنا اور اگر میں تم سے پہلے فوت ہو گیا تو میں تمہیں آگاہ کروں گا۔ " چنانچہ، حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ کا انتقال پہلے ہو گیا تو حضرت سیِّدُنا عبد اللہ بن سَلَام رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے انہیں خواب میں دیکھ کر پوچھا: "اے ابو عبد اللہ! **کیسے ہیں؟**" انہوں نے جواب دیا: "میں خیریت سے ہوں۔" پھر پوچھا: "آپ نے کون سا عمل افضل پایا؟" حضرت سیِّدُنا سلمان فارسی رَضِیَ اللہ تَعَالٰی عَنْہ نے فرمایا: "میں نے تَوَکُّل کو بہت عمدہ پایا۔ "

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد، الرقم ۳۵۹، سلمان الفارسی، ج۴، ص۷۰۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سب سے بڑی حسرت

حضرتِ سیِّدُنا ابو بکر ہذلی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْوَلِی بیان کرتے ہیں کہ ایک بار ہم حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک شخص نے آکر کہا: اے ابو سعید عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْمَجِیْد! (یہ سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی کی کنیت ہے) ہم ابھی ابھی حضرتِ سیِّدُنا عبید اللہ بن اہتم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْاَکْرَم کے پاس گئے تھے وہ نزع کے عالم میں تھے، ہم نے ان سے پوچھا: ''اے ابو معمر! **آپ کیسے ہیں؟**'' جواب دیا: ''اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! سخت تکلیف میں ہوں اور میرا خیال ہے کہ موت کا فرشتہ میری روح قبض کرنے ہی والا ہے لیکن تم اس صندوق میں پڑے ایک لاکھ درہم کے بارے میں کیا کہتے ہو جن سے حقوق ادا نہیں کئے گئے؟ ''ہم نے کہا: ''اے ابو معمر! آپ نے انہیں کس لئے جمع کیا تھا؟ ''فرمایا: ''بخدا! میں نے انہیں گردش زمانہ، بادشاہ کے ظلم اور خاندان کی کثرت کی وجہ سے جمع کیا تھا۔ ''(یہ سن کر) حضرت سیِّدُنا حسن بصری عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْقَوِی نے فرمایا: ''اس مصیبت زدہ شخص کو دیکھو شیطان اس کے پاس اس انداز سے آیا، اسے گردش زمانہ اور اس بادشاہ کے ظلم سے ڈرایا کہ جسے اللہ عَزَّوَجَلَّ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری سونپی اور اسے اس کی رعایا میں رکھا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی قسم! یہ دنیا سے شکستہ دل، غمگین اور ذلیل و رسوا حالت میں جا رہا ہے۔ اے اس کے بعد پیچھے رہ جانے والے تو اس کی طرح دھوکے میں نہ رہنا تیرے پاس یہ مال حلال طریقہ سے آیا۔ لہٰذا خوب احتیاط کرنا کہ کہیں یہ تیرے لئے وبال نہ بن جائے۔ بخدا! تیرے پاس ایسا شخص بھی آئے گا جو خوب مال جمع کرنے والا اور بخیل ہوگا، مال و دولت جمع کرنے کے لئے دن رات جنگل و بیابان کا سفر طے کرے گا لیکن مال جمع کرنے کی حرص پھر بھی ختم نہ ہوگی، اسے روکے رکھنا اپنا حق سمجھے گا، اسے جمع کرکے سنبھال سنبھال کر رکھے گا اور بخل سے کام لے گا کہ نہ تو زکوٰۃ ادا کرے گا نہ صلہ رحمی کرے گا بروزِ قیامت ایسا شخص حسرتوں کا شکار ہوگا اور اس دن بندے کی سب سے بڑی حسرت یہ ہوگی کہ وہ اپنا مال کسی دوسرے کے میزان میں دیکھے کیا تم جانتے ہو یہ کیسے ہوگا؟ یوں کہ ایک شخص کو اللہ عَزَّوَجَلَّ نے مال عطا فرمایا اور حُقُوقُ اللہ کی مختلف اقسام میں خرچ کرنے کا حکم دیا لیکن اس نے بخل سے کام لیا مرنے کے بعد اس کا وارث مال کا مالک بن جاتا ہے اس طرح وہ

اپنامال دوسرے کے میزان میں دیکھتاہے۔اے دنیادار! (اب افسوس کرنے کاکچھ فائدہ نہیں) یہ ایسی لغزش اور ندامت ہے جو گزر چکی ہے۔ ''

(تاریخ مدینۃ دمشق، الرقم:۳۱۹۶، عبداللہ بن اہتم، ج۲۷، ص۱۱۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سلامتی اور عافیت کب ہو گی؟

حضرت سیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم نے حضرت سیِّدُنا حامد لفّاف رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے فرمایا: ''**آپ کیسے ہیں؟**'' تو انہوں نے کہا: ''سلامت ہوں اور عافیت میں ہوں۔ '' حضرت سیِّدُنا حاتِم اَصَم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم کو ان کا جواب پسند نہ آیا اور فرمایا: ''اے حامد سلامتی تو پل صراط پار کرنے کے بعد اور عافیت جنت میں ہو گی۔'' (احیاءالعلوم جلد ۲ ص ۸۳۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

دین بچتا ہے نہ دنیا

حضرت سیِّدُنا ابراہیم بن ادہم عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْاَکْرَم سے پوچھا گیا: **آپ کیسے ہیں؟** تو انہوں نے فرمایا:

نُرَقِّعُ دُنْيَانَا بِتَمْزِيْقِ دِيْنِنَا فَلَا دِيْنُنَا يَبْقٰى وَلَا مَا نُرَقِّعُ

فَطُوْبٰى لِعَبْدٍ اٰثَرَ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَجَادَ بِدُنْيَاهُ لِمَا يَتَوَقَّعُ

ترجمہ: (۱)...ہم اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے دنیا بہتر بناتے ہیں تو ہمارا دین بچتا ہے نہ دنیا۔

(۲)...اس شخص کے لئے خوشخبری ہے جس نے اپنے رب اللہ عَزَّ وَجَلَّ (کے اَحکامات) کو ترجیح دی اور آخرت میں ملنے والے ثواب پر دنیا قربان کر دی۔

اسی کے متعلق یہ بھی کہا گیا ہے:

اَرٰی طَالِبَ الدُّنْیَا وَاِنْ طَالَ عُمْرُہٗ وَنَالَ مِنَ الدُّنْیَا سُرُوْرًا وَّاَنْعَمَا

کَبَانٍ بَنٰی بُنْیَانَہٗ فَاَقَامَہٗ فَلَمَّا اسْتَوٰی مَا قَدْ بَنَاہُ تَھَدَّمَا

ترجمہ: طالبِ دنیا کی عمر اگرچہ طویل ہو اور وہ دنیا سے سُرُور اور نعمتیں بھی حاصل کرلے لیکن میں اسے اس شخص کی طرح خیال کرتا ہوں جو ایک عمارت کی تعمیر کرکے اسے کھڑا کرتا ہے لیکن جیسے ہی وہ فارغ ہوتا ہے وہ عمارت زمین بوس ہو جاتی ہے۔

یہ بھی کہا گیا:

ھَبِ الدُّنْیَا تُسَاقُ اِلَیْکَ عَفْوًا اَلَیْسَ مَصِیْرُ ذَاکَ اِلَی انْتِقَالِ

وَمَا دُنْیَاکَ اِلَّا مِثْلَ فَیْءٍ اَظَلَّکَ ثُمَّ اٰذَنَ بِالزَّوَالِ

ترجمہ: (۱) ...فرض کرو اگر دنیا تمہیں مفت میں مل جاتی ہے تو کیا تمہیں اسے چھوڑنا نہیں پڑتا۔

(۲)...دنیا کی مثال تو سائے کی طرح ہے جو تجھے سایہ مہیا کرتی اور پھر چلے جانے کا اعلان کرتی ہے۔

(احیاء العلوم جلد ۳ ص ۲۳۳)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سیّدُنا فاروق اعظم اور سیّدُنا اُویس قرنی

خلیفہ بننے کے بعد ایک مرتبہ امیر المؤمنین حضرت سیّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ نے (حج پر آئے لوگوں سے خطاب کرتے ہوئے) فرمایا: اے لوگو! تم میں سے جو عراق کے رہنے والے ہیں وہ کھڑے ہو جائیں یہ سن کر تمام عراقی کھڑے ہوگئے، پھر فرمایا: اہلِ کوفہ کے علاوہ سب بیٹھ جائیں۔ تو اہل کوفہ کے علاوہ سب

بیٹھ گئے، پھر آپ نے فرمایا: قبیلہ مُراد کے علاوہ سب بیٹھ جائیں۔ تو قبیلہ مراد کے علاوہ باقی سب بیٹھ گئے، پھر فرمایا: قَرَن والوں کے علاوہ باقی بیٹھ جائیں تو ایک ہی شخص کھڑا رہا باقی سب بیٹھ گئے۔ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اس سے فرمایا: کیا تم قرن سے تعلق رکھتے ہو؟ اس نے عرض کی: جی ہاں! پوچھا: کیا تم اُویس قرنی کو جانتے ہو؟ یہ کہتے ہوئے آپ نے ان کا حلیہ بیان فرمایا۔ اس نے عرض کی: جی ہاں! مگر اے امیر المؤمنین رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ! جن کے متعلق آپ پوچھ رہے ہیں ہمارے ہاں ان سے بڑھ کر کوئی احمق، مجنوں، بے سروسامان اور کمتر نہیں۔ یہ سن کر آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے روتے ہوئے فرمایا: میں نے حضور نبیِّ غیب داں صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ اُویس قَرَنی کی شفاعت سے قبیلہ رَبِیْعہ اور قبیلہ مُضَر کی تعداد کے برابر لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ (کنز العمال، کتاب الفضائل، فضائل من لیسوا بالصحابۃ، ۱۴ / ۷، حدیث: ۳۷۸۳۱)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

سیِّدُنا ابن حَیان کی سیِّدُنا اویس قرنی سے ملاقات

حضرت سیِّدُنا ہَرِم بن حَیان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الْمَنَّان فرماتے ہیں: جب میں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا فاروقِ اعظم رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ کی یہ بات سنی تو میں کوفہ کی طرف روانہ ہوا۔ میرا وہاں جانے کا مقصد صرف حضرت سیِّدُنا اویس قَرَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَنِی کی زیارت کرنا اور ان کی صُحبت سے فیضیاب ہونا تھا۔ کوفہ پہنچ کر میں انہیں تلاش کرتا رہا۔ بالآخر میں نے انہیں دوپہر کے وقت فُرات کے کنارے وضو کرتے پایا۔ جو نشانیاں مجھے ان کے متعلق بتائی گئی تھیں ان کی وجہ سے میں نے انہیں پہچان لیا۔ ان کا رنگ تیز گندمی، جسم فربہ، سر منڈا ہوا، گھنی داڑھی اور چہرہ انتہائی بارُعب تھا۔ میں نے قریب جاکر انہیں سلام کیا۔ انہوں نے سلام کا جواب دیا اور میری طرف دیکھا۔ میں نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا لیکن انہوں نے مصافحہ نہ کیا۔ میں نے کہا: اے اویس! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رحم فرمائے! **آپ کیسے ہیں؟** انہیں اس حالت میں دیکھ کر اور ان سے شدید محبت کی وجہ سے میری آنکھیں بھر آئیں اور میں رونے لگا، مجھے روتا دیکھ کر وہ بھی رونے لگے اور مجھ سے فرمانے لگے: اے میرے بھائی ہَرِم بن حَیان! **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ کو سلامت رکھے! **آپ کیسے ہیں؟** اور میرے بارے میں آپ کو کس نے بتایا کہ میں یہاں ہوں؟ میں نے جواب دیا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ نے مجھے تمہاری طرف راہ دی ہے۔ یہ سن کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ

تَعَالٰی عَلَیْہ نے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اور سُبْحٰنَ اللّٰہِ کی صدائیں بلند کیں اور فرمایا: بے شک ہمارے ربّ عَزَّوَجَلَّ کا وعدہ ضرور پورا ہونے والا ہے۔ پھر میں نے ان سے پوچھا: آپ کو میرا اور میرے والد کا نام کیسے معلوم ہوا؟ حالانکہ آج سے پہلے نہ کبھی میں نے آپ کو دیکھا اور نہ ہی آپ نے مجھے دیکھا۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا: مجھے میرے علیم وخبیر پَرْوَرْدَگار عَزَّوَجَلَّ نے خبر دی ہے۔ اے میرے بھائی ہرم بن حیان! میری روح تیری روح کو اس وقت سے جانتی ہے جب (عالَمِ اَرواح) میں تمام روحوں کی آپس میں ملاقات ہوئی تھی۔ بے شک بعض مومن اپنے بعض مومن بھائیوں کو جانتے ہیں اور وہ **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے حکم سے ایک دوسرے سے اُلفت ومحبت رکھتے ہیں، اگرچہ ان کی ملاقات نہ ہوئی ہو، اگرچہ وہ ایک دوسرے سے بہت دور رہتے ہوں۔ پھر میں نے ان سے کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ آپ پر رَحم فرمائے، مجھے رسولُ اللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی کوئی حدیث سنایئے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا: رسولُاللہ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم پر میرے ماں باپ قربان! مجھے نہ تو حضورِاکرم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کی صحبتِ بابَرَکت نصیب ہوئی اور نہ ہی میں ان کی زیارت سے مشرف ہوسکا البتہ اتنا ضرور ہے کہ میں نے ان عظیم ہستیوں کی زیارت کی ہے جن کی نظریں میرے آقا و مولیٰ حضور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم کے چہرے کی زیارت کر چکی ہیں۔ میں اس بات کو پسند نہیں کرتا کہ اپنے اوپر اس بات کا دروازہ کھولوں کہ لوگ مجھے مُحَدِّث، مُفْتِی یا قاضی کہیں، میں لوگوں سے دور رہنا چاہتا ہوں اور اپنی اس حالت پر خوش ہوں۔

پھر میں نے ان سے کہا: اے میرے بھائی! مجھے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کے کلام ہی سے کچھ سنا دیجئے اور مجھے کچھ نصیحت فرمایئے تاکہ اسے یاد رکھوں۔ بے شک میں آپ سے صرف **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رِضا کی خاطر محبت کرتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت سیِّدُنا اویس قَرَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے میرا ہاتھ پکڑا اور اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم پڑھ کر فرمایا: میرے رب عَزَّوَجَلَّ کا کلام سب کلاموں سے اچھا ہے۔ پھر سورۂ دُخان کی یہ آیاتِ مبارَکہ تلاوت فرمائیں:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ﴿۳۸﴾ مَا خَلَقْنٰهُمَاۤ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۹﴾ اِنَّ یَوْمَ الْفَصْلِ مِیْقَاتُهُمْ اَجْمَعِیْنَ ﴿۴۰﴾ یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًى عَنْ مَّوْلًى شَیْــٴًـا وَّ لَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ﴿۴۱﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ﴿۴۲﴾ (پ۲۵، الدخان: ۳۸تا۴۲)

ترجمۂ کنز الایمان: اور ہم نے نہ بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے درمیان ہے کھیل کے طور پر ہم نے انہیں نہ بنایا مگر حق کے ساتھ لیکن ان میں اکثر جانتے نہیں بے شک فیصلہ کا دن ان سب کی میعاد ہے جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کچھ کام نہ آئے گا اور نہ ان کی مدد ہو گی، مگر جس پر **اللہ** رحم کرے، بے شک وہی عزت والا مہربان ہے۔

پھر ایک زور دار چیخ ماری۔ میں یہ سمجھا شاید آپ بیہوش ہو گئے ہیں، جب آپ کو کچھ افاقہ ہوا تو فرمانے لگے: اے ابنِ حَیان! تیرا باپ فوت ہو چکا، عنقریب تو بھی اس دنیا سے رخصت ہو جائے گا، پھر یا تو تیرا ٹھکانا جنت ہو گا یا جہنم۔ اے ابنِ حَیان! تیرے جَدِّ امجد حضرتِ سیِّدُنا آدم صَفِیُّ اللّٰہ عَلٰی نَبِیِّنَاوَعَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام اور تیری والدہ حضرت سیِّدَتُنا حوا رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہَا اس فانی دنیا سے جا چکے ہیں۔ حضرت سیِّدُنا نوح نَجِیُّ اللّٰہ، حضرت سیِّدُنا ابراہیم خَلِیْلُ اللّٰہ، حضرت سیِّدُنا موسٰی کَلِیْمُ اللّٰہ، حضرت سیِّدُنا داؤد اور ہمارے پیارے آقا، مدینے والے مصطفٰے عَلَیْہِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام بھی اس دنیا سے پردہ فرما چکے ہیں۔ خَلِیْفَۃُ الْمُسْلِمِیْن حضرت سیِّدُنا ابو بکر صدیق رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ بھی وصال فرما چکے اور میرے بھائی اور دوست امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا عمر فاروقِ اعظم رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ کا بھی وصال ہو گیا۔ یہ کہہ کر آپ ہائے عمر! ہائے عمر! کہنے لگے: جب میں نے یہ سنا تو کہا: یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟ امیر المؤمنین رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہ تو حیات ہیں، ان کا ابھی وصال نہیں ہوا۔ یہ سُن کر حضرت سیِّدُنا اویس قَرَنی عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللّٰہِ الْغَنِی نے فرمایا: مجھے میرے پَرْوَرْدَگار عَزَّوَجَلَّ نے خبر دی ہے اور میرا دل اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ ان کا انتقال ہو چکا ہے، عنقریب میں اور آپ بھی اس فانی دنیا سے رخصت ہو جائیں گے۔ پھر انہوں نے بارگاہِ رسالت میں درودو سلام کے گجرے نچھاور کئے اور آہستہ آواز میں دعا مانگنا شروع کی۔ پھر فرمایا: اے ہَرِم بن حَیان! میری ایک نصیحت ہمیشہ یاد رکھنا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی کتاب کو پکڑے اور صالحین کے طریقے کو اپنائے رہنا، مجھے تمہارے اور اپنے مرنے کی خبر مل چکی ہے، ہمیشہ موت کو یاد رکھنا۔ اپنے دل کو دنیا میں نہ الجھانا، جب اپنی قوم کے پاس جاؤ تو انہیں (عذابِ آخرت) سے ڈرانا اور تمام لوگوں کے خیر خواہ اور ناصح بن کر رہنا، مسلمانوں کی جماعت سے کبھی بالشت بھر بھی جدا نہ ہونا، اگر تم سوادِ اعظم (مسلمانوں کی بڑی جماعت) سے جدا ہو گئے تو دین سے اس طرح جدا ہو جاؤ گے کہ تمہیں معلوم بھی نہ ہو گا پھر تم جہنم میں داخل ہو گے۔

پھر فرمایا: اے میرے بھائی! تم اپنے لئے بھی دعا کرنا اور مجھے بھی دعاؤں میں یاد رکھنا۔ اس کے بعد آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ بارگاہِ الٰہی میں عرض گزار ہوئے: اے پَرْوَرْدگار عَزَّوَجَلَّ! ہَرِم بن حَیان کا گمان ہے کہ یہ مجھ سے تیری خاطر محبت کرتا اور تیری رضا ہی کی خاطر مجھ سے ملاقات کرنے آیا ہے۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! مجھے جنت میں اس کی پہچان کرا دینا اور جنت میں اسے میرا پڑوس دینا۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! جب تک یہ دنیا میں رہے اس کی حفاظت فرما! اسے تھوڑی دنیا پر راضی رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اے اللہ عَزَّوَجَلَّ! اسے جو نعمتیں تو نے عطا کی ہیں، ان پر شکر کرنے والا بنا، میری طرف سے اسے خوب بھلائی عطا فرما۔ پھر مجھ سے فرمایا: اے ابنِ حیان! تجھ پر اللہ عَزَّوَجَلَّ کی رحمت اور خوب برکتیں ہوں، آج کے بعد میں تجھ سے ملاقات نہ کر سکوں گا، بے شک میں شہرت کو پسند نہیں کرتا۔ جب میں لوگوں کے درمیان ہوتا ہوں تو سخت پریشان اور غمگین رہتا ہوں۔ بس مجھے تو تنہائی بہت پسند ہے۔ آج کے بعد تم میرے متعلق کسی سے نہ پوچھنا اور نہ ہی مجھے تلاش کرنا۔ میں ہمیشہ تمہیں یاد رکھوں گا اگرچہ تم مجھے اور میں تمہیں نہ دیکھ سکوں گا۔ میرے بھائی! تم مجھے یاد رکھنا میں تمہیں یاد رکھوں گا۔ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ نے چاہا تو میں بھی تمہیں یاد رکھوں گا اور تمہارے لئے دعا کرتا رہوں گا۔ اب تم اس سمت چلے جاؤ اور میں دوسری طرف چلا جاتا ہوں۔ یہ کہہ کر آپ رَحْمَۃُ اللہِ تَعَالٰی عَلَیْہ ایک طرف چل دیئے۔ میں نے خواہش ظاہر کی کہ کچھ دُور تک آپ کے ساتھ چلوں، لیکن آپ نے انکار فرما دیا اور ہم دونوں روتے ہوئے ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ میں مڑ کر آپ کو جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا حتّٰی کہ آپ ایک گلی کی طرف مڑ گئے۔ اس کے بعد میں نے آپ کو بہت تلاش کیا لیکن آپ مجھے نہ مل سکے اور نہ ہی کوئی ایسا شخص ملا جو مجھے آپ کے متعلق خبر دیتا۔ اللہ عَزَّوَجَلَّ ان پر رحم فرمائے اور ان کی بخشش فرمائے! (اٰمین) (احیاء العلوم جلد ۳ ص ۶۷۶۔۶۷۹)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

عاجز اور محتاج بندہ

چنانچہ مروی ہے کہ چند لوگوں نے امیر المؤمنین حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ اللہُ تَعَالٰی وَجْہَہُ الْکَرِیْم کی عیادت کرتے ہوئے پوچھا: "**آپ کیسے ہیں؟**" فرمایا: "بری حالت میں ہوں۔" ان لوگوں نے ایک دوسرے کی جانب یوں دیکھا گویا اس جواب کو ناپسند کیا ہو اور اسے شکوہ سمجھا ہو۔ حضرت سیِّدُنا علیُّ المرتضٰی کَرَّمَ

اللہُ تَعَالٰی وَجْھَہُ الْکَرِیْم نے فرمایا: ”کیا میں **اللہ** عَزَّ وَجَلَّ کی بارگاہ میں بہادری دکھاؤں۔“یعنی آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ نے اپنے آپ کو عاجز اور محتاج بندہ ظاہر کرنا پسند کیا حالانکہ آپ کی بہادری اور شجاعت مشہور تھی، اس کے برخلاف آپ نے وہ طریقہ اپنایا جو بارگاہِ رسالت سے سیکھا تھا کہ ایک مرتبہ آپ رَضِیَ اللہُ تَعَالٰی عَنْہ بیمار ہوئے تو دعا کی:”اے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ !مجھے اس مصیبت پر صبر عطا فرما۔“

(سنن الترمذی، کتاب الدعوات، باب فی دعاء المریض، ۵/ ۳۲۹، حدیث:۳۵۷۵)

یہ سن کر رسولِ اَکرم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا:”تم نے **اللہ** عَزَّوَجَلَّ سے مصیبت طلب کی ہے، اب عافیت طلب کرو۔“ (احیاء العلوم جلد ۴ ص ۸۶۹۔ ۸۷۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

رحمت الٰہی پر امید

حضرتِ سیِّدُنا محمد بن زِیاد اَلْہانی قُدِّسَ سِرُّہُ النُّوْرَانِی بیان کرتے ہیں: میں حضرتِ سیِّدُنا کعب الاحبار عَلَیْہِ رَحْمَۃُ اللہِ الْغَفَّار کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ بیمار تھے، کسی نے پوچھا: اے ابو اسحاق! **آپ کیسے ہیں؟** فرمایا: میرے جسم کو اس کے گناہوں کی سزا دی جا رہی ہے، اگر اس حال میں روح قبض ہو گئی تو رحیم و کریم پروردگار عَزَّوَجَلَّ کی طرف جائے گا اور اگر اس نے شفا عطا فرمائی تو میرا جسم ایسا ہو جائے گا جیسے اس نے کوئی گناہ کیا ہی نہیں۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۵ ص ۴۹۰)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

انسان کے چھ سفر

ابن علی الجوزی علیہ رحمۃ اللہ القوی المتوفیٰ ۵۹۷ھ۔ اپنی کتاب بحر الدموع کے صفحہ نمبر ۹۷ میں لکھتے ہیں:

اپنے مستقل ٹھکانے تک پہنچنے کے لئے ہمیں چھ مختلف سفر در پیش ہیں، **پہلا سفر:** مٹی سے خمیر بننے تک ،**دوسرا سفر:** پیٹھ سے رحم تک، **تیسرا سفر:** رحم سے زمین کی پیٹھ پر آنے تک، **چوتھا سفر:** سطحِ زمین سے قبر تک، **پانچواں سفر:** قبر سے میدان محشر تک، **چھٹا سفر:** میدان محشر سے جائے رہائش تک، جو جنت ہو گی یا پھر جہنم ،۔۔۔۔۔ آہ! ہم نے نصف راستہ تو طے کر لیا مگر مشکل ترین سفر ابھی باقی ہے۔

چوتھا باب

کیسے ہو؟

آپ اس باب میں ملاحظہ فرمائیں گے

☆...ہم نے تیری خاطر شرابی کا دل دھو دیا

☆...مَیل جول کا اہل کون؟

☆...منافق ہونے کا خوف

☆...اللہ کی حمد اور شکر کرتا ہوں

☆...فلاں شخص پر تعجب ہے

☆...ایک درویش کا قصّہ

ہم نے تیری خاطر شرابی کا دل دھو دیا

حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ الغنی ایک شخص کے پاس سے گزرے جو نشے کی حالت میں زمین پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے منہ سے شراب بہہ رہی تھی۔ اس حالت میں بھی اس کے منہ سے اللہ، اللہ کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی نگاہ اوپر اٹھائی اور عرض کی: "یااللہ عَزَّوَجَلَّ! یہ بندہ ایسی حالت میں تیرا ذکر کر رہا ہے جو تیرے شایانِ شان نہیں۔" پھر آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پانی منگوایا، اس کا منہ دھویا اور اس کو چھوڑ کر چلے گئے۔ جب اس کو ہوش آیا تو لوگوں نے اسے بتایا کہ حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ الغنی تشریف لائے تھے۔ تجھے اس حالت میں دیکھا تو تیرا منہ دھو کر چلے گئے۔ وہ سخت پشیمان و شرمسار ہوا اور اپنے نفس کو ملامت کرتے ہوئے کہنے لگا: "اے نفس! تیری بربادی ہے، اگر تو اللہ عَزَّوَجَلَّ اور اس کے اولیاء کرام رَحِمَہُمُ اللہُ السَّلَام سے بھی حیا نہیں کریگا تو کس سے کریگا؟" پھر اس نے نادم ہو کر اپنے گناہوں سے توبہ کرلی۔ رات کو جب حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ الغنی محوِ آرام ہوئے تو خواب میں کسی کی آواز سنی: "اے سری! تو نے ہماری رضا کے لئے اس شرابی کا منہ دھویا تو ہم نے تیرے لئے اس کا دل دھو دیا ہے۔" جب حضرت سیِّدُنا سری سقطی علیہ رحمۃ اللہ الغنی صبح بیدار ہوئے تو اس آدمی کے متعلق معلوم کیا۔ آخر کار اسے ایک مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے پایا۔ جب وہ نماز سے فارغ ہوا تو آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے استفسار فرمایا: "اے میرے بھائی! **کیسے ہو؟**" اس نے عرض کی، "یا سیدی! آپ میرا حال کیوں پوچھتے ہیں؟ حالانکہ اس کریم ذات جَلَّ جَلَالُہٗ نے آپ کو آگاہ فرما دیا ہے کہ اس نے آپ کی وجہ سے میرا دل دھویا اور میری حالت سدھاری۔" آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے پوچھا: "تمہیں کس نے بتایا؟" جواب دیا: "جس نے اپنے غیر سے میرا دل پاک کیا اور مجھ پر اپنے عفو و کرم اور رضامندی کی بارش برسائی۔" (حکایتیں اور نصیحتیں ص ۴۷۶)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

مَیل جول کا اہل کون؟

لوگوں سے میل جول کے اَہل کی مثال دیتے ہوئے حُجَّۃُ الِاسلام حضرت سیِّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی فرماتے ہیں: حضرتِ سیِّدُنا طاؤس علیہ رَحمَۃُ اللہِ القُدّوس خلیفہ وقت ہِشّام کے پاس تشریف لے گئے

اور پوچھا: ہشّام ! **کیسے ہو؟** اس نے غصّے سے کہا: آپ نے مجھے "امیرُ المؤمنین" کہہ کر مخاطب کیوں نہیں کیا؟ فرمایا: اس لئے کہ تمام مسلمان تمہاری خِلافت سے مُتَّفِق نہیں ہیں، لہٰذا میں ڈرا کہ تمہیں امیرُ المؤمنین کہنا کہیں جھوٹ نہ ٹھہرے۔ حُجّۃُ الْاِسلام حضرتِ سیّدُنا امام محمد بن محمد غزالی علیہ رحمۃ اللہ الوالی اِس حکایت کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں: لہٰذا جو آدمی اس قدَر کھرا اور صاف گو ہو اور اس قسم کی باتوں (مَثَلًا غیبتوں، چغلیوں، ریاکاریوں، خود پسندیوں، خوشامدوں وغیرہ وغیرہ) سے بچ سکتا ہو وہ بے شک لوگوں میں مِل جُل کر رہے ورنہ اپنا نام مُنافِقوں کی فِہرست میں لکھوانے پر راضی ہو جائے۔ (ماخوذ از: اِحیاءُ العُلوم ج۲ ص۲۸۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

منافق ہونے کا خوف

روایت ہے حضرت حنظلہ ابن ربیع اسیدی سے فرماتے ہیں مجھے حضرت ابو بکر صدیق ملے پوچھا حنظلہ **کیسے ہو** میں بولا کہ حنظلہ تو منافق ہو گیا فرمایا سبحان اللہ کیا کہہ رہے ہو میں بولا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوتے ہیں، حضور جنت دوزخ کا ذکر ہمیں سناتے ہیں گویا وہ دونوں ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں پھر جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ہٹتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں گھل مل کر بہت سا بھول جاتے ہیں حضرت ابو بکر بولے اللہ کی قسم ہم سب ہی کو یہ درپیش رہتا ہے پھر میں اور حضرت ابو بکر صدیق چلے حتی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ اقدس میں پہنچے میں نے عرض کیا یارسول اللہ حنظلہ تو منافق ہو گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا قصہ کیا ہے میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے پاس ہوتے ہیں آپ ہمیں جنت و دوزخ کا ذکر یوں سناتے ہیں گویا وہ ہماری آنکھوں کے آگے ہیں جب آپ کے پاس سے ہم نکلتے ہیں تو بیوی بچوں مال و اسباب میں مشغول ہو جاتے ہیں بہت کچھ بھول جاتے ہیں تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جو تمہارا حال میرے پاس ہوتا ہے اگر اس پر ہمیشہ رہو تو فرشتے تمہارے بستروں پر تمہارے راستوں میں تم سے مصافحہ کیا کریں لیکن اے حنظلہ وقتًا فوقتًا دو گھڑی تین بار فرمایا۔ (مراۃ جلد۳ ص۴۹۲)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

اللّٰہ کی حمد اور شکر کرتا ہوں

حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّم نے ایک شخص سے پوچھا: **کیسے ہو؟** اس نے کہا: اچھا ہوں۔ آپ نے پھر پوچھا تا آنکہ تیسری مرتبہ پوچھنے پر اُس شخص نے کہا: اچھا ہوں اللہ کی حمد اور شکر کرتا ہوں تب حضور صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَ سَلَّم نے فرمایا کہ میں یہی کچھ تم سے سننا چاہتا تھا۔ (المعجم الاوسط للطبرانی، ۳/ ۲۱۶، الحدیث ۴۳۷۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

فلاں شخص پر تعجب ہے

حضرتِ سیّدُنا وہب بن منبہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: ایک عابد کسی دوسرے عابد کے پاس سے گزرا تو پوچھا: **کیسے ہو؟** اس نے جواب دیا: مجھے فلاں شخص پر تعجب ہے کہ وہ عبادت میں اتنے بڑے مرتبے پر پہنچ گیا لیکن اس کا جھکاؤ اب بھی دنیا کی طرف ہے۔ پہلے عابد نے جلدی سے کہا: اس پر تعجب نہ کر کہ جھکاؤ دنیا کی طرف ہے بلکہ اس کی استقامت پر تعجب کر۔ (حلیۃ الاولیاء جلد ۴ ص ۴۷)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

ایک درویش کا قصّہ

حضرت سیّدُنا عبد اللہ بن مبارک رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ فرماتے ہیں: حضرت سیّدُنا وَہب بن مُنَبِّہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ تَعَالٰی عَلَیْہ سے مروی ہے کہ ایک درویش نے اپنے ساتھیوں سے کہا: ہم نے سرکشی کے خوف سے اپنی اولاد و مال کو چھوڑا اب ہمیں ایسے خوف نے آلیا ہے جو مال داروں کے مال کے سبب سرکشی میں پڑ جانے کے خوف سے زیادہ ہے۔ ہم میں سے ہر ایک چاہتا ہے کہ جب اس سے کوئی ملے تو اس کے دینی مرتبے کی وجہ سے اس کی تعظیم کرے اور جب ہم کسی کے سامنے کوئی حاجت پیش کریں تو ہمارے دینی مقام کی وجہ سے فوراً پوری کر دی جائے، کسی سے کوئی چیز خریدیں تو ہمارے دینی مَنْصَب کے سبب ہم سے رعایت کی جائے۔ جب یہ بات اس وقت کے بادشاہ کو پہنچی تو وہ ایک لشکر کے ساتھ آیا یہاں تک کہ جنگل و پہاڑ لوگوں سے بھر گئے۔ درویش نے دیکھا تو کہا: یہ کیا ہے؟ ان سے کہا گیا بادشاہ آپ کی زیارت کو آیا ہے۔ درویش نے غلام سے کہا:

مجھے کھانا دو۔ غلام نے ساگ، زیتون اور کھجور کے خوشے حاضر کر دیئے تو درویش نے اپنا بڑا سا منہ کھولا اور بڑے بڑے لقمے کھانے لگا۔ بادشاہ نے لوگوں سے پوچھا: تمہارا وہ درویش کہاں ہے؟ لوگوں نے کہا: یہی تو ہے۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا: تم **کیسے ہو؟** اس نے کہا: لوگوں کی طرح ہوں۔ ایک روایت میں ہے کہ اس نے کہا: میں خیریت سے ہوں۔ بادشاہ نے کہا: اس کے پاس کوئی خیر نہیں اور یہ کہہ کر چلا گیا۔ درویش نے اس کے جانے کے بعد کہا: **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کا شکر ہے جس نے تجھے مجھ سے پھیر دیا اور تو نے میری مذمت کی۔

(احیاء العلوم جلد ۳ ص ۹۰۴۔۹۰۵)

☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆...☆

الحمد للہ عزوجل اس کتاب کا آغاز رمضان المبارک ۱۴۳۹ھ بمطابق مئی ۲۰۱۸ء میں کیا گیا اور اختتام بھی رمضان المبارک میں ہو گیا۔

اللہ کریم عزوجل سے دعا ہے کہ اس کوشش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور دونوں جہان کی کامیابی کا ذریعہ بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

سگِ عطار محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری

مصنف کی دیگر کتابیں

☆...مافعل اللہ بک (حصہ اول)

☆...مافعل اللہ بک (حصہ دوم)

☆...مافعل اللہ بک (حصہ سوم)

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ اول موضوع عقائد کی حکمتیں

☆...اسلامی احکام کی حکمتیں حصہ دوم موضوع پانچ نمازوں کی حکمتیں

☆...شفیقیہ شرح الاربعین النوویہ

☆...شفیق المصباح شرح مراح الارواح

☆...شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ اول)

☆...شفیق النحو لحل تمارین خلاصۃ النحو (حصہ دوم)

☆...کیا حال ہے؟

☆...قرآنی سورتوں کے مضامین

☆...موت کے وقت

☆...امّتِ محمدیہ کے سوالات اور ان کے قرآنی جوابات

اسلامی احکام کی حکمتیں (حصہ دوم) موضوع

پانچ نمازوں کی حکمت

آپ اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے

مصنف

محمد شفیق خان عطاری المدنی فتحپوری